دیر لگی آنے میں لیکن

رضوانہ ارشاد احمد

اب جیا نہ جائے
اب رہا نہ جائے
کوئی تو ہو جو آنکھوں کے رستے
چپکے سے دل میں بس جائے

وہ بڑے مگن انداز میں آنکھیں بند کیے 'بیٹ کو گٹار کے انداز میں اپنے آگے کیے انگلیاں تھرکا تا گنگنا رہا تھا۔ جبھی ازلہ نے اس کے سر پر اپنی فائل مار کر اس کا ارتکاز توڑ دیا۔

"یہ کیا" جیا جیا "کی رٹ لگائی ہوئی ہے۔ اگر بگ بی سن لیں نا تو اپنی امانت میں خیانت کے جرم میں سر سمیت تمہارا اگلا گھونٹ کر گھر سے باہر نکال کھڑا کریں گے۔" اس کی خشمگیں نظروں کے جواب میں ازلہ نے حملے کی وجہ بیان کی۔

"تمہیں بڑی فکر ہو رہی ہے۔ اگر ایسے ہی "جیا" ان کی "جان" ہوتی تو قدر کرتے اس کی۔ ایسے بے حال اور انجان نہ پھرتی یہ......" اس کی بات پر قریب بیٹھی جیا جو اس سے فرمائش کر کے گانا سننے بیٹھی تھی۔ فوراً" رخ موڑے ٹی وی پر نظر جما بیٹھی۔

"سبطین....." اس کے چہرے کا بدلتا رنگ دیکھ کر ازلہ نے سبطین کو تنبیہا" گھورا۔ وہ سر جھٹک کر رہ گیا۔ وسبط کی ناانصافی سے سب ہی واقف تھے۔ مگر سبطین کلس کر اظہار کرتا رہتا تھا۔ جس سے جیا اپنی ہی نظروں میں چور ہو جاتی۔

"چلو سبط میں تیار ہوں۔" کلف لگا دوپٹہ اور بیگ پکڑے تیزی سے سیڑھیاں اترتے ہوئے ارسلہ نے کہا۔

"تمہاری گھنٹہ بھر کی تیاری میری تیاری خاک میں ملا دیتی ہے۔" وہ جل بھن کر کھڑا ہوتے ہوئے بولا۔ ارسلہ سر جھٹک کر بے نیازی سے اپنے شانوں پر دوپٹہ سیٹ کرتی رہی۔

"اب چلو بھی یا گھورتے ہی رہو گے۔ ادھر پروڈیوسر صاحب کا پارہ سوا نیزے پر پہنچ چکا ہوگا۔" سبطین نے اک گہری سانس بھری۔ اس کی نگاہوں کی تپش کبھی بھی ارسلہ کو جھجک میں مبتلا نہ کر سکی۔ جس کا مطلب تھا۔ وہ اس کے جذبوں سے اب تک ناواقف ہے۔

پروگرام شروع ہونے میں بہت کم وقت رہ گیا تھا۔ ارسلہ پر گھبراہٹ طاری ہو گئی۔ سبطین تو سینئر تھا۔ مگر اسے اسٹوڈیو پہنچ کر آن ایئر ہونے کے لیے کچھ وقت چاہیے ہوتا تھا۔ گو وہ گھر سے ہی ٹاپکس پر کام کر کے آتی تھی۔ مگر یہاں آکر کیو شیٹ دیکھ کر سنگرز کے بارے میں اظہار رائے کرنے میں اسے دشواری ہوتی تھی۔ کہ سنگرز کے بارے میں اسے کسی قسم کی معلومات میں کبھی دلچسپی نہ رہی تھی۔ یہ تو فراغت کے دنوں سے اکتا کر وہ سبطین کے پیچھے پڑ گئی کہ وہ بھی پریزنٹنگ کرے گی۔ سو وہ ابھی سیکھنے کے مرحلے میں تھی۔

روزانہ ایوننگ شو وہ سبطین کی معیت میں کر رہی تھی۔ سبطین سے اسے کافی سہارا تھا۔ سبطین کا انداز گفتگو اور دلکش آواز اس کی غلطیوں پر پردہ ڈال دیتی

تھی۔

تیزی سے سیڑھیاں چڑھتے بالآخر وہ اپنے ہی دوپٹے میں الجھ گئی۔

"روک..... آئی ایم ساری سبط میں....." اس سے پہلے کہ وہ واپس پیچھے کو لڑھکتی دو بازوؤں کے گھیرے نے پیچھے سے اسے سنبھالا' تب وہ بولتے ہوئے **ٹھٹھکی**۔

چہرے پر سنجیدگی کی چھاپ لیے دراز قد اور چوڑے شانوں والا وجیہہ سا بندہ سبطین نہیں کوئی اور تھا۔

اس نے نگاہیں گھما کر سبطین کو راہداری میں آگے جاتے دیکھا۔ اور خفت سے اپنا آپ چھڑاتی پیچھے ہٹی تو دوپٹہ شانوں سے ایک جھٹکے سے علیحدہ ہو گیا۔ ارسلہ نے دوپٹہ سنبھالتے ہوئے کھینچا۔ پیچھے کھڑا بندہ جو اس کے آگے بڑھنے کے انتظار میں تھا۔ اس کی نگاہوں کے تعاقب میں اپنے جوتے کے نیچے دبے اس کے دوپٹے کا سرا دیکھ کر تپ گیا۔

"محترمہ! پہلے دوپٹہ اوڑھنے کا ڈھنگ سیکھیں پھر باہر نکلیں۔"

اپنا پاؤں ڈوپٹے سے ہٹاتے ہوئے وہ بولا۔ مسلسل اسے کھڑکھڑاتا دوپٹہ شانوں پر جماتے دیکھ کر اسے کوفت ہوئی تھی۔ ارسلہ کو دل ہی دل میں اس کی تنک مزاجی پر غصہ تو آیا تھا مگر اس کی سنجیدگی دیکھ کر لب دبائے خاموشی سے سبطین کے پیچھے بھاگی۔

✿ ✿ ✿

"جیا..... بیٹا تم یونیورسٹی نہیں گئیں؟" اسے لاؤنج میں ٹی وی کے آگے گم صم بیٹھے دیکھ کر بڑی اماں نے تعجب سے استفسار کیا تھا۔ ان کے خیال میں وہ ریاط کے ساتھ ہی یونیورسٹی جا چکی تھی۔

"نہیں بڑی اماں! میرا موڈ نہیں تھا۔" وہ بے زاری سے بولی۔

"طبیعت تو ٹھیک ہے ناں۔" وہ فکر مند ہوئیں۔

"اس کی طبیعت کو چھوڑیں مامی جان! وہ آپ نے شعر تو سنا ہی ہوگا۔

نہ دید ہے نہ سخن، اب نہ حرف ہے نہ پیام
کوئی بھی حیلہ تسکین نہیں اور آس بہت ہے
امید یار، نظر کا مزاج، درد کا رنگ
تم آج کچھ بھی نہ پوچھو کہ دل اداس بہت ہے

بس ایسا ہی کچھ حال ہمارے بگ بی کی غیر موجودگی میں جیا کا ہے۔" پاس ہی بیٹھی مختلف میگزین کے ذریعے آج کے ٹاپک کے لیے ہوم ورک کرتی ارسلہ شوخی سے گویا ہوئی تھی۔ بڑی اماں کے سامنے اس کی اس جسارت پر جیا اسے گھور کر رہ گئی۔ جبکہ بڑی اماں مسکراتے ہوئے پلٹ گئی تھیں۔

"تمہیں بڑی اماں سے ایسی بات کرتے شرم آنی چاہیے۔" جیا نے خفگی سے ایک میگزین اٹھا کر اس کے سر پر دے مارا۔

"اور تمہیں بگ بی کی مما کو بڑی اماں بولتے شرم نہیں آتی۔"

"کیا کروں، ہمیشہ کی عادت ہے۔" وہ ہاتھ ملتے ہوئے پشیمان ہوئی۔ ارسلہ چڑ گئی۔

"ایک تو تمہاری ایسی ہی ڈری سہمی اداؤں نے بگ بی کو سر چڑھایا ہوا ہے۔ ایسا آخر کب تک چلے گا جیا! بگ بی کو احساس ہونا چاہیے کہ وہ تمہارے ساتھ زیادتی کر رہے ہیں۔ اپنی نا آسودگیوں کا بدلہ ایک کمزور ہستی سے لینا انہیں زیب نہیں دیتا۔ اب تو ان کا روڈ بی ہیویر سب کے علم میں آچکا ہے۔" وہ تلخ ہوگئی۔

"تم لوگ میرے بارے میں بہت زیادہ حساس ہو رہے ہو ارسلہ، اس لیے تم لوگوں کو بہت زیادہ محسوس ہو رہا ہے۔ وگرنہ ایسی کوئی بات نہیں ہے میں خوش ہوں۔" مارے بے بسی کے وہ لفظوں کا سہارا لیے اسے بہلا رہی تھی۔ بہت کوشش کی تھی اس کا بھرم قائم رہے۔ مگر کب تک چار سے چھ ماہ اس سے زیادہ وہ کامیاب نہ ہو سکی تھی۔

"تم جب تک خود آگے بڑھ کر بگ بی کو اپنے وجود کا احساس نہیں دلاؤ گی۔ وہ سرابوں کے پیچھے اپنی زندگی برباد کرتے رہیں گے۔ انہیں جھنجھوڑو جیا! اپنا حق مانگو۔"

"اگر میں حقیقت ہوں تو حقیقت اپنا آپ منوا کر رہتی ہے۔ حقیقت سے نظریں چرانا اتنا آسان نہیں ہوگا۔ پھر اپنا آپ پلیٹ میں سجا کر زبردستی پیش کرنے کا فائدہ۔ میں خود کو اتنا ڈی گریڈ نہیں کر سکتی۔ ارسلہ! اس طرح وسیط پر دسترس حاصل کر کے میں خود سے نظریں نہیں ملا پاؤں گی۔ یہ بھی تو ہو سکتا ہے ان کے نزدیک کسی اور کا وجود ایک مسلم حقیقت ہو اور میں سراب۔"

"تم صرف ایک بے وقوف لڑکی ہو اور کچھ نہیں۔" ارسلہ کو اس سے بحث کرنا فضول لگا۔

✿ ✿ ✿

جیا یونیورسٹی سے لوٹی تو بے حد تھکن محسوس کر رہی تھی۔ گھر میں داخل ہوتے ہی اس کا جی چاہا اپنے کمرے میں جا کر لمبی تان کر سو جائے مگر اسی دل کو کچھ اور بھی جستجو تھی۔

وہ لاؤنج میں آئی تو اندر کا منظر اس کی توقع کے برخلاف تھا۔ سبطین جمائیاں لیتا پیر پسارے قالین پر

دراز تھا۔ ارسلہ کسی بات پر اس سے لڑ رہی تھی۔ انزلہ بائنی کی موٹی سی بک کھولے اس پر نظریں جمائے بیٹھی تھی۔ مگر اسے علم تھا۔ سنجیدہ سی انزلہ کا سارا دھیان فی الوقت سبطین کی جانب ہوگا۔ بہت چھپانے کے باوجود الوہی جذبوں کا ایک ننھا سا جگنو سبطین کو دیکھتے ہی اس کی آنکھوں میں دمکنے لگتا تھا۔ اور سبطین۔۔۔۔؟ سبطین کی آنکھوں کے سارے رنگوں سے صرف ارسلہ کا عکس ہی منعکس ہوتا تھا۔ تھی نا حیرانگی کی بات۔

اور اس بات سے ارسلہ کی چھوٹی بہن انزلہ بخوبی واقف تھی۔ کیا کیا جائے کہ محبت تو خود بخود ہو جانے والا جذبہ ہے۔ در دل سے اندر قیام کے لیے اسے قفل کھلنے کی ضرورت ہوتی ہے نہ اجازت محبت تو بنا مرضی کے جس سے بھی ہو جائے اس کے لیے دل کے رستے آنکھوں کی زمین سب سے پہلے آباد کرتی ہے۔ اس زمین پر خواب اگاتی ہے۔

خوابوں کی پرورش کرتی ہے۔ اور آنکھیں ان خوابوں کی تعبیر پانے کے لیے ہردم کوشاں کرسمس ٹری کی مانند ایک عکس لیے جگمگاتی رہتی ہیں۔

جیا کو دکھ ہوتا تھا اس محبت پر جو اسے ہوئی۔ جو محبت انزلہ نے سبطین سے کی۔ اور اس محبت پر جو سبطین ارسلہ سے کرتا ہے۔ کیا انجام ہوگا ان محبتوں کا۔۔۔؟ کیا کوئی بھی کچھ حاصل پائے گا؟ وہ سوچتی رہی۔ ریاط اس لاؤنج میں نہ تھی۔ وہ بڑی اماں اور چچی اماں یقیناً اپنے کمروں میں آرام کر رہی ہوں گی۔

جیا نے ریموٹ کی تلاش میں نظریں دوڑائیں۔ اور پھر صوفے پر پڑا ریموٹ اٹھا کر وہ ٹی وی کے بے حد قریب کشن پر بیٹھ گئی۔ اس نے چینج کیا نہ کھانا کھایا۔ حالانکہ کھانے کی طلب بھی ہو رہی تھی۔ کتابیں اور شوز بھی اس نے اپنے ٹھکانے نہ رکھے تھے۔

ٹی وی آن کر کے اس نے حتی الوسیع والیم دھیما ہی رکھا کہ کوئی اور ڈسٹرب نہ ہو۔ نہ کوئی اس کی جانب متوجہ ہو۔

وسیط یونیورسٹی کی جانب سے ایک دو روزہ سیمینار میں شرکت کے لیے اسلام آباد گئے ہوئے تھے۔

اسی سیمینار کی ریکارڈنگ دوبارہ ٹیلی کاسٹ کی جا رہی تھی۔ اور اس بات کا یونیورسٹی میں ہی اسے پتا چلا تھا۔ سو وہ اب ٹی وی کے آگے بیٹھی تھی۔

اس سیمینار کا موضوع تھا "اسلامی معاشرے کے اخلاقی پہلو۔" اور ہر کوئی اپنے اپنے الفاظ میں اظہار رائے کر رہا تھا۔ پھر اس شخص کی بھی باری آئی۔ جس نے جیا حیدر کے دل پر کمند ڈالی تھی۔ مگر انجان تھا۔ یہاں تک کہ وہ جیا وسیط بن کر بھی تشنہ کام تھی۔ وہ وسیط کے لب و لہجے کے اتار چڑھاؤ اور آواز کے سحر میں ڈوبی ہوئی تھی۔

"اخلاق کا مطلب میرے نزدیک یہ ہے کہ انسان کے وہ سارے معاملات جو وہ اپنے گھر میں رکھتا ہے۔ معاشرے کے لوگوں سے رکھتا ہے۔ وہاں اس کا رویہ ایسا ہو جو اس کے اندر کے انسان کے ساتھ ساتھ متعلقہ لوگوں کو بھی مطمئن اور خوش رکھے۔ یہی اسلام کا اصول بھی ہے۔"

"وسیط آپ کے قول و فعل میں اس قدر تضاد کیوں ہے۔ میرے سامنے آکر یہ "اخلاق" کہاں منہا ہو جاتا ہے؟" جیا کا دل دکھ سے بھر گیا۔

"کہتے ہیں مرد کے اخلاق کے سب سے پہلے حق دار اس کے گھر والے۔ اس کے بیوی بچے ہوتے ہیں۔ اب بگ بی کو کون یہ بات سمجھائے۔" سبطین جانے کب اس کے پاس آگیا تھا۔ اس کی سوچوں کو پڑھ کر وہ زہرخند لہجے میں بولا۔ تو جیا چونک گئی۔ اس نے ٹی وی آف کر دیا۔

"بگ بی صرف اخلاقیات کا سبق پڑھ کر سیمینار میں تقریریں ہی کر سکتے ہیں۔ عملی مظاہرہ ان سے عبث ہے۔"

"اسٹاپ اٹ سبط۔ ایسا کیا کر دیا انہوں نے۔"

"یہ تم کہہ رہی ہو؟" سبطین نے بے یقینی سے اسے دیکھا۔

"دل سے راضی نہ ہونے کے باوجود محض کسی کے سامنے اپنی انا کی تسکین کے لیے انہوں نے ایک بے

قصور لڑکی کو سزا کے لیے منتخب کرلیا۔ یہ اخلاقی گراوٹ نہیں ہے تو اور کیا ہے۔ میڈیا کے سامنے اخلاق کا گن گانے والے شخص کا گھر میں تمہارے ساتھ جو رویہ ہے وہ سب جانتے ہیں۔ ہم تو خیر ان کی کم سخنی کے عادی ہیں مگر تم، تم بیوی ہو ان کی۔ تم سے دور ہونا انہیں زیب نہیں دیتا۔ کس کی آس پر وہ تمہاری تذلیل کرتے ہیں۔ اگر انہیں اپنی پاور کا احساس ہے تو تمہیں بھی یوں چپ نہیں رہنا چاہیے۔ میں تمہارے ساتھ ہوں۔ جو وہ چاہتے ہیں میں وہ ہونے نہیں دوں گا۔" اس کے اتنی زیادہ اپنی پروا کرنے پر جیا کی آنکھوں میں آنسو بھر آئے تھے۔

وہ اپنی بہن پہ اسے فوقیت دے رہا تھا۔ یہ بات اسے حوصلہ تو دے سکتی تھی مگر اس کا مسئلہ حل نہ کر سکتی تھی۔

☆ ☆ ☆

رات سوچوں کا ہجوم تھا۔ بے چینی تھی۔ وسیط کے دل اور زندگی میں وہ کہیں نہیں تھی۔ مگر وسیط تو اس کے روم روم میں بستا تھا۔ وہ دل سے اس کا نہ ہوا مگر اس کے پاس تو تھا یہ احساس ہی سکوں آمیز تھا، کجا کہ اب وہ یہ احساس بھی اس سے چھین لینا چاہتا تھا۔ جیا کو علم تھا۔ اس گھر کے مکین اس سے محبت کرتے ہیں۔ سو اس کا ساتھ دیں گے۔ مگر وہ بھی اسی گھر کے مکینوں کا لاڈلا ہے۔ وہ اپنی منوانے کی ضد پر آجائے تو بھلا جیا کی کیا حیثیت رہ جائے گی۔ اور یہ تو طے ہے کہ وہ یہ گھر نہیں چھوڑ سکتی۔ وسیط کے بنا نہیں رہ سکتی۔

جیا کروٹ پہ کروٹ بدل رہی تھی۔ وسیط کو گئے پانچ دن ہو گئے تھے۔ انہیں کل ہی واپس آجانا تھا۔ مگر کسی کام کی وجہ سے رک گئے۔ اور ان پانچ دنوں میں ہی جیا کو لگا اس کا وجود خالی خالی سا ہو گیا ہے۔ اس کی ساری توانائی وہ اپنے ساتھ لے گئے تھے۔

جانے کب کروٹیں بدلتے اسے نیند آگئی تھی۔

دروازے پر دستک ہوئی تو وہ گہری نیند میں تھی۔

وسیط نے اتارا ہوا کوٹ اپنی کلائی پہ ڈال کے والٹ سے کمرے کی چابی نکالی اور لاک کھول کر اندر قدم رکھا تو کمرے کے اندھیرے سے مانوس ہونے میں انہیں کچھ پل لگا۔ پھر وہ سیدھا وارڈ روب کی طرف بڑھے اور اپنا سلیپنگ سوٹ لے کر واش روم میں بند ہو گئے۔

چینج کر کے اپنے تھکے ہوئے وجود کے ساتھ وہ بیڈ کی طرف آئے تو جیا کو آڑا ترچھا بیڈ پر لیٹا دیکھ کر ان کی پیشانی شکن آلود ہو گئی۔ دونوں تکیے اس کے سر کے نیچے اس طرح رکھے تھے کہ وہ نکال بھی نہ سکتے تھے۔

کچھ ساعت سوچتے رہنے کے بعد وہ صوفے کی طرف بڑھ گئے۔ مگر صوفے پر بے آرامی کی وجہ سے کافی دیر تک انہیں نیند نہ آئی تو اٹھ بیٹھے۔ صوفے کے طول و عرض کو گھورتے ہوئے سوچا۔

"جیا مسلسل ایک سال سے کس طرح اس صوفے پر سو رہی ہے۔"

"تم سے شادی میں نے محض ارسہ کے انکار کی ضد میں کی ہے جیا۔ تم اس گھر میں میری بیوی بن کر ضرور رہو گی۔ مگر میرے وجود، میرے ذہن و دل اور ان میں بسنے والے جذبوں پر، جسے محبت کہا جاتا ہے۔ صرف ارسہ کا حق ہے۔ میں تمہاری خارجی ضروریات ضرور پوری کروں گا۔ لیکن اس سے زیادہ کی توقع مجھ سے مت رکھنا۔" وسیط کو یاد آیا شادی کی پہلی رات انہوں نے جیا سے کیا کہا تھا۔ وہ چینج کرنے کے بعد اپنا تکیہ اٹھائے صوفے پر سونے کی کوشش کر رہے تھے جب وہ ان کے سرہانے آکھڑی ہوئی تھی۔

"دھوکے دہی اور منافقت سے عورت کو اپنی ملکیت بنا کر اس کی حق تلفی کرنا اگر مرد کی سرشت ہے تو عورت کے خمیر کو بھی وفا سے گوندھا گیا ہے۔"

"واٹ ڈو یو مین؟" وہ بھڑک کر اٹھ بیٹھے۔

"ایک عورت سے محبت کے ہاتھوں مجبور ہو کر آپ وفا کر رہے ہیں تو دوسری سے منافقت کیا غلط کہا ہے؟"

"شٹ اپ، جسٹ شٹ اپ۔ اگر تمہیں اعتراض تھا تو انکار کر دیا ہوتا۔ تم سب جانتی تو

تھیں۔"

"ایک کے انکار کے بعد آپ نے مجھے مشق ستم بنانے کو چن لیا' اگر میں بھی انکار کر دیتی تو اس انکار کا بدلہ کس سے لیتے۔" اس کی بات پر وہ خشمگیں نگاہوں سے اسے گھورتے رہے انہیں اندازہ نہ تھا۔ اس قدر خاموش گم صم رہنے والی نرم خو سی جیا اس طرح ان سے سوال کرے گی۔ ہو سکتا تھا وہ اس رات ان کے روبرو نہ کھڑی ہوتی تو ان کے دل میں اس کے لیے گنجائش نکل ہی آتی مگر وہ اس سے ایسے برگشتہ ہوئے کہ پھر دوبارہ اس کی طرف نہ پلٹے۔

ان کے نزدیک جیا نے ان کی انسلٹ کی تھی۔ سو اس کے لیے ان کے لہجے میں سرد مہری سی در آئی تھی۔ ادھر اس دن کے بعد سے جیا ایسی چپ ہوئی کہ اس کی چپ نہ ٹوٹی۔ وسیط لمبے جھڑکنے کا کوئی موقع ہاتھ سے نہ جانے دیتے۔ اور وہ "آپ اپنے تیر آزمائیں ہم اپنا جگر آزمائیں گے" کی مثال بنی رہتی۔

صرف ایک رات انہوں نے بڑی مشکلوں سے سوتے جاگتے صوفے پر گزاری دوسرے دن سے وہ اپنا تکیہ اور چادر اٹھائے خود صوفے پر جا سوتی اور وہ آرام سے بیڈ پر سونے لگے۔ صرف ان کی غیر موجودگی کی راتوں میں ہی جیا بیڈ پر سوتی تھی آج بھی غالباً" اسے امید نہ تھی کہ وہ آجائیں گے۔ سو وہ انہیں ایسی بے خبر سوئی ہوئی ملی۔

پرسکون نیند کی خواہش میں انہوں نے ایک بار پھر بیڈ کی سمت دیکھا۔ اس کے وجود اور لباس کی بے ترتیبی بڑی واضح تھی۔

سیاہ جارجٹ کے سوٹ میں اور کمرے کے ملگجے اندھیرے میں اس کا وجود چاند کی مانند دمک رہا تھا۔

شلوار کے پائنچے اوپر چڑھے ہوئے تھے۔ دوپٹہ ندارد' (عموماً" وہ ان کے سامنے دوپٹے کے بنا نہیں رہتی تھی۔) سینے پہ دھرے بازو میں سیاہ چوڑیاں اور گلے میں موجود سونے کی زنجیر میں چھوٹا سا لاکٹ جو شانوں تک ڈھلک آیا تھا۔

دیوار گیر لیمپ کی مدھم روشنی میں انہوں نے آج پہلی بار اس کے کم عمر حسن کی دلکشی و رعنائی محسوس کی تھی۔

وہ اس کی سمت آئے اس کے سنہری رخساروں پہ جھکی پلکوں کے سائے میں لرزش نہ پا کر ان کے نفس نے اکسایا تھا۔ بے خودی میں اس کے چہرے کو چھونے کے لیے بڑھا ہاتھ یکدم انہوں نے واپس کھینچ کر مٹھی بند کی تھی۔

بلاوجہ کی ضد اور انا کا سر بلند کر کے انہوں نے خود ہی اس تک آنے کی راہ بند کی تھی۔ پھر یہ آج کیونکر ہوا کہ ان کے اندر اس پر حق رکھنے کا ایک مخصوص احساس جاگا تھا۔

ضبط کی خو اپناتے ہوئے اس کے وجود سے نظریں چرا کر وہ بیڈ کے ایک کونے پر بچی ہوئی جگہ پر لیٹ گئے اور اپنا بازو سر کے نیچے رکھ کر سونے کی کوشش کرنے لگے۔

مگر نیند اب آنکھوں سے ایسے غائب تھی جیسے آندھی کا غبار فضا میں اٹھے اور اچانک چھٹ جائے۔ منظر بالکل صاف اور واضح بڑی فطری سی خواہش نے انہیں بے چین کیے رکھا تھا۔

اس عرصے میں جیا نے ان کی طرف کروٹ بدلی۔ چوڑی کھنکی تھی۔ اس کے ہاتھ ان کے پہلو سے ذرا اوپر اور سر تکیے سے ڈھلک کر ان کے بائیں بازو پر آگیا۔ انہوں نے اک گہرا سانس سینے میں بھر کر اپنا ہاتھ سر کے نیچے سے نکالا اور آہستگی سے اس کے گرد گھیرا ڈال دیا۔ مگر کتنی دیر' آدھ گھنٹے میں ہی رات مزید بھاری لگنے لگی۔ ان کا پورا جسم شل ہو رہا تھا۔ پھر ایک جھٹکے سے انہوں نے اس کے سر کے نیچے سے اپنا بازو نکالا اور لمبے لمبے ڈگ بھرتے کمرے سے باہر کھلے آسمان تلے ٹیرس پر آگئے۔

جسم پسینے میں شرابور تھا۔ کھلی فضا میں رچی ٹھنڈک نے کچھ سکوں کا احساس بخشا تھا۔

جیا تو کمزور تھی۔ جب اس نے اپنے لیے ان سے کبھی کچھ نہیں مانگا' حتیٰ کہ کبھی بھی اپنا آپ نمایاں کر کے ان کی نگاہوں کو بھٹکانے' کسی بھی قسم کا حق

حاصل کرنے کی سعی نہ کی تو انہیں بھی کمزور لمحوں کی زد میں آکر اپنی ذات کا غرور گنوانا گوارہ نہ ہوا تھا۔

جیا لمبی لمبی سانسیں سینے میں بھرتے ہوئے اپنے دل کی منتشر دھڑکنوں سے گھبرا کر اٹھ بیٹھی تھی۔ وسیط کے بازو کا گھیرا پڑتے ہی اس کی آنکھ کھل گئی تھی۔ تنگ ہوتے گھیرے کا جھجکا سا اور پھر شدت بھرا لمس اس کی سانسیں روکنے لگا تھا۔ وہ دم سادھے پڑی رہی تھی۔ اور پھر وسیط کو وحشت بھرے انداز میں کمرے سے نکلتے دیکھ کر اسے تکلیف ہوئی تھی۔

ان دونوں کے بیچ "تیسرا" وجود کب تک دیوار بن کر ان کی خوشیاں چھینتا رہے گا۔ اس نے سوچا تھا۔ جیا جو ان کی شریک زندگی تھی۔ اس پر ان کا پورا حق تھا۔ مگر ارسہ کے احساس میں گھر کر وہ اپنے ساتھ ساتھ جیا کی بھی حق تلفی کر رہے تھے۔ کیا تھا؟ جو انہیں جیا کی قربت میں بھی بھول نہیں سکا۔

زندگی کے خاردار سفر میں اگر من چاہا ہم سفر ہو تو سفر آسان ہو جاتا ہے۔ اور یہی من چاہا ہم سفر اگر آپ سے انجان، آپ کی راہ کے کانٹے چننے کی اہلیت نہ رکھتا ہو تو یہی سفر تکلیف دہ ہو جاتا ہے۔ اس طرح کہ منزل تک پہنچنے کی جستجو بھی دم توڑنے لگتی ہے۔

✡ ✡ ✡

سبطین ون ڈے میچ کے سلسلے میں بینک کی طرف سے ہفتہ بھر کے لیے کوئٹہ گیا ہوا تھا۔

"تمہیں مصیبت کیا پڑی ہے۔ تم اپنا جانا کینسل نہیں کر سکتے؟" اس نے سبطین پر جھنجلاتے ہوئے کہا تھا۔

"اب تمہارے خاطر میں اپنے تمام ضروری کام چھوڑ کر بیٹھ رہوں۔"

"تم جانتے ہو نا تمہارے بغیر مجھ سے پروگرام نہیں ہو سکے گا۔" وہ براڈ کاسٹنگ کے شعبے میں نووارد تھی اس لیے کسی اور اجنبی کے ساتھ پروگرام کرنے کے لیے اپنا اعتماد بحال رکھنا اسے مشکل لگا تھا۔ سبطین کچھ اور سمجھا تبھی چڑ کر بولا۔

"تمہیں ہاتھ پیر ہلانے کو کون کہہ رہا ہے۔ زائر حسن ہوں گے کنسول آپریٹ کرنے کے لیے تم بس پہلے کی طرح زبان ہلا کے داد وصول کرتی رہنا۔" اس نے پروڈکشن انچارج کا نام لیا تھا۔

"تم کیا سمجھتے ہو۔ میں صرف زبان ہلا سکتی ہوں۔ میں پورے پینل کو کنٹرول کر سکتی ہوں سمجھے تم۔ دفع ہو جاؤ اب۔"

"پتا ہے مجھے تم کیا کیا کر سکتی ہو۔" سبطین نے محظوظ ہو کر اس کا تمسخر اڑایا۔

سبطین جا چکا تھا۔

ارسلہ اسٹوڈیو پہنچ کر بے ربط دھڑکنوں کو سنبھالتی اپنا پروگرام شروع ہونے کا انتظار کرتی رہی۔ سبطین کے بنا چھ بائے چھ کے چھوٹے سے اسٹوڈیو میں جانے کا سوچ کر ہی اس کا اعتماد رخصت ہو چکا تھا۔

پانچ سے چھ کا پروگرام کر کے ماہ رخ اسٹوڈیو سے باہر نکلی تو پروڈیوسر صاحب نے اسے اندر جانے کے لیے متوجہ کیا۔

ارسلہ نے بڑی آس سے خالی اسٹوڈیو کو دیکھا اور اندر داخل ہو گئی۔ اس کے ساتھ جس شخص نے پروگرام پریزنٹ کرنا تھا اس کا دور قریب کوئی پتا نہ تھا۔ ارسلہ کو اس شخص کی غیر ذمہ داری پر غصہ آنے لگا۔

وہ تو شکر تھا کہ چیک ٹائم پہ فیڈ کمرشلز ابتدا" پانچ منٹ چلنے تھے۔ ارسلہ کیو شیٹ دیکھ کر سونگز کے متعلق تعارفی جملے لکھنے لگی۔ حالانکہ سبطین کے ساتھ اسے اسکرپٹ لکھنے کی ضرورت نہیں پڑتی تھی۔ وہ سنگرز اور ٹاپکس کے متعلق سونگ چلنے کے دوران ہی اپنا مائیک آف کر کے سبطین سے ڈسکس کر لیتی تھی۔ یوں مائیک پر فی البدیہہ بولنے میں آسانی ہوتی تھی۔

صدیقی صاحب نے اسے بولنے کا اشارہ کیا تو وہ ہونق ہو گئی۔ زائر ابھی تک اسٹوڈیو میں نہیں آیا تھا۔

بہر حال اس نے ڈرتے ڈرتے اپنے نام کے ساتھ شو کا آغاز کیا۔ اور شو کے تعارف میں مسلسل پانچ منٹ

تک بولتی رہی۔ اور پھر بڑی ہی عجلت میں جو شخص اندر آیا اسے دیکھ کر وہ بولنا بھول گئی۔ یہ وہی شخص تھا جس سے اس کا سیڑھیوں پر ٹکراؤ ہوا تھا۔ اس نے بڑی چبھتی ہوئی نظروں سے ارسلہ کو دیکھا اور بڑی پھرتی سے اپنے دونوں ہاتھوں کا استعمال کرتے ہوئے اپنا مائیک آن کیا۔ ہوئی مشین کے مختلف بٹن پش کرتے ہوئے بڑی سنجیدگی سے آن ایئر اپنا تعارف کراتے ہوئے کیو شیٹ پر نظر ڈال کر پہلا سونگ پلے کر دیا۔ ہیڈ فون چڑھا کر ساؤنڈ اور ایکو وغیرہ کو بیلنس کر کے چیک کرنے کے بعد زائر حسن اس کی طرف متوجہ ہوا۔

"آپ کو پتا ہونا چاہیے تیس سیکنڈ کا سائیلنٹ بھی شو کا معیار گرا دیتا ہے۔" اس نے اپنے آنے کے بعد کی ارسلہ کی خاموشی پر چوٹ کی تھی۔

"اور آپ مسلسل پانچ منٹ تک بیک گراؤنڈ میوزک کے بغیر بولتی رہی ہیں۔ ذرا ملاحظہ کریں کس قدر مضحکہ خیز لگ رہا ہے یوں آپ کا بولنا۔" زائر نے چوٹ پر چوٹ کرتے ہوئے اسے ریکارڈنگ سنوائی۔ تو ارسلہ کی خاموشی اس کی شرمندگی کا مظہر بن گئی۔ وہ لب کاٹتی سر جھکا کر بیٹھی رہی۔

سبطین نے اسے مائیک کا سسٹم سمجھانے کے بعد پہلی چیز بیک گراؤنڈ میوزک کے بارے میں سکھائی تھی اور وہ آج بوکھلاہٹ میں سب کچھ بھول کر پروگرام کا بیڑہ غرق کرنے پر تل گئی تھی۔

"مس ارسلہ...... اگر آپ کو پروگرام کرنے میں دلچسپی نہیں تھی تو آپ کو یہاں نہیں آنا چاہیے تھا۔" وہ اس کی ایک چپ سو سکھ کا فارمولا دیکھ کر مزید برہم ہوا تھا۔

"آئی ایم ساری۔" اس نے جھکا سر اٹھایا۔

"انسان کو وہ کام ہی نہیں کرنا چاہیے جس پر اسے معذرت کرنی پڑے۔"

"وہ۔ میں تو بس آپ کے نہ آنے کی وجہ سے۔"

"گویا آپ اپنا قصور اب میرے ذمے ڈال رہی ہیں۔ آپ کی اطلاع کے لیے عرض ہے۔ مجھے آپ کی طرح ہاتھ پہ ہاتھ رکھ کر زبان سے کام نہیں چلانا ہوتا ہے۔ اور بھی بہت سی ذمہ داریاں ہیں میری۔"

"کمال ہے جسے دیکھو زبان کا طعنہ دے رہا ہے۔ مسٹر زائر آپ سیکھے سکھائے یہاں نہیں آئے تھے۔ یہاں آ کر ہی ان چیزوں کے بارے میں سیکھا ہوگا آپ نے۔" وہ جل بلا گئی تھی۔

"میں ابھی سیکھنے کے مرحلے سر کر رہی ہوں۔ سیکھ جاؤں گی تو آپ کی طرح شارپنس سے کام کرنا کیا مشکل ہوگا۔ بجائے مجھے گائیڈ کرنے کے آپ مسلسل میری غلطیاں گنوا کر کیا ثابت کرنا چاہ رہے ہیں؟" وہ بھڑک کر کچھ اور بھی سنانا چاہتی تھی کہ زائر نے اس کا مائیک آن کر دیا۔

گانا اختتام پر تھا۔ ارسلہ کو فوری موڈ بحال کر کے کھنکتی ہوئی آواز کے ساتھ آن ایئر ہونا دشوار لگا۔ تاہم اب اچھا پروگرام کرنا اس کے لیے چیلنج تھا اور جبراً ہی سہی اسے زائر کے ساتھ اخلاق کے دائرے میں رہتے ہوئے بھرپور شو پیش کرنا تھا۔

☼ ☼ ☼

"اماں...... پھر آپ نے کیا سوچا ہے؟" وسیط اس روز رات کے کھانے کے بعد ڈائننگ ٹیبل سے اٹھنے کے بعد اپنے کمرے کی طرف جاتی ماں سے سوال کر رہے تھے۔ انہوں نے لمحہ بھر کو ٹھہر کر شکوہ کناں نگاہوں سے بیٹے کو دیکھا تھا۔ پھر آگے بڑھتے ہوئے دھیمے مگر سخت لہجے میں گویا ہوئیں۔

"دیکھو وسیط تمہارے ابا کے جانے سے میں ویسے ہی خود کو بہت کمزور محسوس کرتی ہوں۔ اب تم مزید مجھے کمزور مت کرو۔

میں خود ایک عورت ہوں۔ پھر ایک عورت کو اجاڑنے میں تمہارا ساتھ دے کر خود کو گنہگار کیوں کروں۔ تمہاری رضا معلوم کر کے ہی میں نے اپنے ان ہاتھوں سے اسے دلہن بنا کر تمہیں سونپا تھا۔ اب تمہیں اس پر ظلم کر کے اس کی زندگی برباد کرنے کا کوئی

حق نہیں پہنچتا۔"

"وہ صرف ایک وقتی فیصلہ تھا۔ ارسہ کے انکار سے میں ٹوٹا ہوا تھا۔ مگر آج تک میں ارسہ سے جذباتی تعلق اور وابستگی کے عرصے میں ہی جی رہا ہوں۔ میں جیا کو وہ مقام دے پایا ہوں نہ کبھی دے سکوں گا۔ آپ لوگ یہ کیوں نہیں سوچتے کہ میں اس کی زندگی برباد نہیں کر رہا سنوار رہا ہوں۔" وہ اماں کے ساتھ چلتے ان کے کمرے میں آچکے تھے۔

"میں اسے ارسہ کی جگہ نہیں دے سکتا اماں، مجھ سے الگ ہو کر وہ کسی کے ساتھ بھی خوشیوں بھری زندگی جی سکتی ہے۔ جیا کے لیے اچھا پروپوزل تلاش کرنے میں، میں آپ کی مدد کروں گا۔"

"شرم تو نہیں آتی تجھے بیوی کے لیے ایسی بات کرتے۔" اماں کو یکدم ہی غصہ آگیا تھا۔ وہ بیٹھے بیٹھے اٹھ کھڑی ہوئیں۔

"ارے مرد تو بیوی پر کسی غیر مرد کی میلی نظر بھی برداشت نہیں کر سکتا اس کی غیرت جاگ اٹھتی ہے۔ جیا تیری منکوحہ ہے اور تو کتنے آرام سے اسے کسی اور مرد کو سونپنے کی بات کر رہا ہے۔ تف ہے تیری مردانگی پر وسیط۔

مجھے افسوس ہو رہا ہے کہ میرا بیٹا جو ایک ذمہ دار انسان ہے۔ اپنی زندگی کے اہم معاملے کو لے کر کیسا ناجائز اور سطحی طریقہ اختیار کر رہا ہے۔"

"آپ کچھ بھی کہیں اماں..... میں نے بے حد حقیقت پسندی سے اس معاملے کا تجزیہ کیا ہے۔ میں جیا کو خوش نہیں رکھ سکتا۔ اس لیے ارسہ کے آنے سے پہلے اس معاملے کو ختم کرنا چاہتا ہوں۔" وسیط پشت پر اپنے ہاتھ باندھے کھڑے تھے۔ اور بے حد سنجیدگی سے حتمی لہجہ اختیار کیا تھا۔

"تم نے جیا سے پوچھا؟ وہ کیا چاہتی ہے۔"

"یہاں میرا چاہنا معنی رکھتا ہے۔"

"تو پھر ٹھیک ہے۔ جو مرضی آئے کرو۔" اماں نے ان کی جانب سے رخ موڑ کر اپنی ناراضگی کا اظہار کیا تھا۔

"تمہاری ناجائز خواہش میں تمہارا ساتھ دے کر میں ایک معصوم لڑکی کی آہ نہیں لے سکتی۔ تم خود ہی اس سے بات کر لو۔" انہوں نے اپنی طرف سے بات ختم کر دی تھی۔ وسیط کچھ پل لب بھینچے انہیں دیکھتے رہنے کے بعد کمرے سے نکل گئے۔ تو اماں اپنی آنکھ میں ٹھہرے پانی کو دوپٹے کے پلو سے صاف کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ سے دعا گو ہو گئیں۔

مالک کائنات تو چاہے تو انسان کا دل پھیر سکتا ہے۔ میرے بیٹے کا دل بھی جیا کی طرف ملتفت کر کے اسے ایک غلط کام سے روک دے۔" جب سے وسیط نے ان سے اپنے دل کی بات کہی تھی تب سے ان کے لبوں پر ہر دم یہی دعا جاری رہتی تھی۔ مگر معاملہ سلجھتا نظر نہ آ رہا تھا۔ کہ باغی بیٹے کو وہ کس طرح روکیں یہ جبر و تشدد کی عمر تو نہ تھی اس کی۔

☼ ☼ ☼

بہار کا آغاز تھا۔ یونیورسٹی کے مختلف حصوں میں قدرت پودوں اور پھولوں کی صورت خوبصورت رنگ تخلیق کر رہی تھی۔ ان رنگوں نے جیا کی یاسیت ختم کرنے میں بھی کوئی کردار ادا نہ کیا تھا۔ پچھلے برس یہی موسم تھا۔ جب پاکستان آنے کے بعد اس کے پاؤں ہوا میں تحلیل تھے۔ وہ ان رنگوں کے پیچھے تتلی کی مانند اڑتی پھری تھی۔ کیوں کہ اس کے دل نے اس جذبے کو سلام کیا تھا۔ جسے محبت کہتے ہیں۔

باہر سے زیادہ اس کے اندر کے موسم میں رنگ ہی رنگ تھے۔ خوشبو ہی خوشبو تھی۔ اسے اس جذبے کا زعم تھا جس پر اس نے سب کچھ وار دینا چاہا تھا۔ اس جذبے نے اس کی بینائی کو مکمل منظر دے دیا تھا۔ بقول شاعر

کیا ہوتا ہے خزاں بہار کے آنے جانے سے
سب موسم ہیں دل کے کھلنے اور مرجھانے سے

پچھلے برس دل کا عالم ہی جدا تھا۔ اور اب وقت کی سرد مہری کی دھند میں اس کی بینائی کا منظر غبار آلود ہو چکا تھا۔

مرجھایا ہوا دل موسم کی خوبصورتی سے بے نیاز تھا۔ دل کے اندر اپنے ہی موسم تھے۔ کبھی ٹوٹنے اور کبھی سمٹنے کا موسم کبھی پانے اور کبھی کھونے کا موسم۔ کبھی کسی کو چاہنے اور پوجنے کا موسم اور اب کسی کی بے اعتنائی سہہ سہہ کر اپنی انا' اپنی ذات میں سمٹ جانے کا موسم تھا۔

اور اسی بے اعتنا موسم نے اس کے وجود کے سارے رنگ چرا کر اس کی زباں کو خاموش اور آنکھوں کو بے رنگ کر دیا تھا۔

ان ہی بے رنگ آنکھوں سے نمکین پانی اک تسلسل کے ساتھ گر رہا تھا۔ جیا کلاس روم کے برآمدے کے فرش پر اپنی انگلیوں کو آپس میں جکڑے بیٹھی تھی۔ وسیط کے سرد رویوں کا عادی دل ہر نئی تذلیل پر اولین لمحے کی مانند دکھ سے بھر جاتا تھا۔ اسے کچھ دیر پہلے کا وسیط کا رویہ یاد آیا۔

رات اس نے طبیعت کی خرابی کے سبب کچھ نہیں کھایا تھا۔ صبح بھی جلدی جلدی میں کچھ کھائے بنا یونیورسٹی آگئی تھی۔ بارہ بجے تک کمزوری اور تھکن سے اس کی حالت غیر ہونے لگی تو ازلہ زبردستی اسے کینٹین لے آئی تھی۔ اور پھر سموسے سے مکمل انصاف کرتے ہوئے ازلہ کی نظر کینٹین میں لگی گھڑی پر گئی تو وہ ہڑبڑا کر اٹھ کھڑی ہوئی۔

کینٹین میں رش کی وجہ سے ان دونوں کو اچھی خاصی دیر ہو گئی تھی۔ "اوہ اب بگ بی سے نمٹنا مشکل ہے۔" وہ بولی۔

"کم... کم... جیا...! پیریڈ شروع ہو جائے گا۔ میں چلتی ہوں تم کھا کر آؤ۔" وہ اپنی چیزیں اٹھائے بھاگی۔

جیا نے بے بسی سے اپنے آگے رکھے سموسوں کو دیکھا۔ کھانے کا دل بھی چاہ رہا تھا اور سائیکلوجی کا پیریڈ لینا بھی ضروری تھا۔ دل میں اک خوش فہمی سی جاگی۔ اور وہ جلدی جلدی سموسے حلق سے اتارنے لگی۔ چند گھونٹ کوک کے لیتے ہوئے اس نے ٹائم دیکھا۔ اور بھاگم بھاگ کلاس روم تک پہنچی۔

"مے آئی کم ان سر...؟" اس نے بڑی آس سے پوچھا تھا۔ اس کی ہلکی سی آواز پر بھی کئی اسٹوڈنٹس نے سر گھما کر اسے دیکھا تھا۔ مگر وسیط اس کی آواز سن کر بھی انجان بنے اپنا لیکچر جاری رکھے ہوئے تھے۔

"ماہرین کا کہنا ہے۔ دراصل خواب میں ہماری چیزوں کو سمجھنے کی صلاحیت ختم ہو جاتی ہے۔" وہ کہہ رہے تھے کہ کسی لڑکے نے بولنے کی اجازت چاہی۔

"سر! کہتے ہیں ہمارے خوابوں کا تعلق بڑی حد تک ہماری ریگولر روٹین اور جذبات و احساسات سے بھی ہوتا ہے۔

مثلاً "دن میں ہم کسی لڑکی سے ملتے ہیں اس سے اظہار عشق کا پلان کرتے سوچتے رہتے ہیں۔ مگر جوتے اور گالیاں کھانے کے ڈر سے اس سے کچھ کہہ نہیں پاتے جبکہ رات کو خواب میں وہی سب کچھ جو ہم دن میں سوچتے ہیں بڑی بے خوفی سے عمل پذیر ہو جاتا ہے۔" پوری کلاس میں دبی دبی ہنسی سرسرائی تھی۔

"بلی کو خواب میں بھی چھیچھڑے ہی نظر آتے ہیں۔" ایک فی میل اسٹوڈنٹ نے کلس کر کہا تھا۔ پوری کلاس کشت زعفران بن گئی تھی۔ وسیط کے لبوں پہ بھی مدھم سا تبسم چھلکا تھا۔

"سر! میں اندر آجاؤں۔" جیا کو تھوڑا حوصلہ ہوا تھا۔ اس نے ایک بار پھر ذرا اعتماد سے پوچھا تھا۔ وسیط اس کی طرف گھومے۔

"مس جیا...! ڈونٹ ویسٹ مائے ٹائم۔ اگر آپ کو کلاس لینے میں دلچسپی ہو تو وقت پر روم میں آیا کریں۔"

"سوری سر...! آئندہ خیال رکھوں گی۔" اس نے ایک قدم بڑھا کر کلاس میں داخل ہونا چاہا کہ وسیط کی سرد آواز اس کی سماعت میں اتری۔

"میں نے آپ کو اندر آنے کے لیے نہیں کہا مس جیا! ناؤ یو کین گو اینڈ ویٹ دی نیکسٹ کلاس۔" ہر آنکھ اس پہ گڑی تھی۔ خفت سے اس کا رواں رواں سلگ اٹھا تھا۔ بڑی ہی سپاٹ نگاہوں سے اس نے گرے پینٹ اور وائٹ شرٹ میں ملبوس ڈشنگ سے وسیط کو دیکھا تھا۔ جس کے سینے میں قید دل میں

اس کے لیے صرف سختی اور بغاوت تھی۔ اس سے پہلے کہ اس کی آنکھ کا پانی کوئی دیکھ پاتا۔ جیا تیزی سے پلٹ کر کلاس سے دور ہو گئی۔

اب وہ بیٹھی جی بھر کر کڑھ رہی تھی۔ یونی ورسٹی میں سوائے ازلہ اور ریاط کے کسی کو علم نہیں تھا کہ جیا اور وسیط کے مابین کیا رشتہ ہے۔ اس کے باوجود وسیط کبھی کبھی اس سے عام اسٹوڈنٹ سے بھی زیادہ اجنبی اور بیگانے دکھائی دینے لگتے تھے۔

"یہ کیسی محبت ہے آپ کی وسیط......! جس نے ایک رشتے کی عزت کا احساس بھی آپ کے دل سے فنا کر ڈالا۔ میں آپ کی شریک حیات ہوں' جو چاہتیں' جو دلداریاں میرا حق' میری امانت ہیں وہ آپ ارسہ کی جھولی میں ڈالنا چاہتے ہیں ارسہ جتنا آپ مجھے چاہ نہیں سکتے آپ کے اختیار میں نہیں' مگر میرا اور آپ کا جو رشتہ ہے وہ تو عزت کا متقاضی ہوتا ہے۔ عزت تو کر سکتے ہیں۔ پھر یہ سب کیا ہے۔ کیوں ہے آپ کا یہ رویہ میرے ساتھ۔" جیا اپنے گھٹنوں پر سر جھکائے وسیط کے تصور سے شکوہ کناں تھی جب کسی نے اس کے کاندھے پر ہاتھ رکھا۔ جیا نے سر اٹھا کر دیکھا۔ یہ پرخلوص لمس ازلہ کا تھا۔ جو اس کا دکھ بٹانے کو پاس آ بیٹھی تھی۔

☼ ☼ ☼

زندگی بڑی بے کیف اور بے رنگ سی گزر رہی تھی۔ فائنل سمسٹر میں ابھی بہت وقت تھا۔ اور گرمیوں کا زور شروع ہو چکا تھا۔ اور ان بدمزہ دنوں میں ارسہ کی آمد اس کے لیے مزید بے زاری کا سبب بن گئی تھی۔

کل شام جب وسیط اسے ایئر پورٹ سے لے کر آئے تو گھر میں اسے دیکھ کر ارسہ نے حیرانگی کا اظہار کیا تھا۔

"تم پاکستان کب آئیں.....؟ چاچو اور چاچی بھی آئے ہیں۔" سوال کرتے ہوئے بلو جینز اور وائٹ کرتا ڈوپٹہ میں ملبوس گوری چٹی نازک سراپے کی مالک ارسہ اسے بے حد بری لگی تھی۔ اس ناپسندیدگی کی وجہ ان دونوں کے بیچ فطری رقابت تھی۔

"تم نے جواب نہیں دیا۔" ارسہ نے بڑی ناگواری سے خاموش کھڑی ٹکر ٹکر وسیط کو تکتی جیا کو ٹوکا تھا۔ وسیط کی گاڑی کا ہارن بجا تو گیٹ پر پہنچنے والی جیا ہی تھی جس نے ان کا استقبال کیا تھا۔ جیا نے اک گہری سانس بھرتے ہوئے وسیط پر سے ہٹا کر ارسہ پر اپنی نظریں مرکوز کر دیں۔

"میں گزشتہ ایک سال سے یہاں ہوں۔" اس نے چند پل چپ رہنے کے بعد کہا تھا۔ "اور مام اور پاپا میری رخصتی کے بعد یہاں سے چلے گئے تھے۔" جیا نے محسوس کیا وسیط کے اندر بے چینی در آئی تھی۔

"ہاؤ اسٹرینج...! تمہاری شادی ہو گئی ہے۔" ارسہ نے سینے پر بازو لپیٹ کر اسے سر سے پاؤں تک بڑی تنقیدی نظروں سے دیکھا تھا۔ وسیط نے ایک دم یہ موضوع چھڑنے پر اضطراری انداز میں گاڑی کے بونٹ پر مکا مارا۔

"اتنی ایڈوانس کنٹری میں رہنے کے باوجود ایجوکیٹڈ فیوچر کے بجائے شادی تمہارا ترجیحی مقصد تھا۔ وری بیڈ جیا۔ بائے دا وے۔ تمہارے ہسبینڈ کون ہیں۔ کیا کرتے ہیں۔ انڈر گریجویٹ کو کوئی ہائی فائی بندہ تو نہیں ملا ہو گا نا۔" اس کے لبوں پر تمسخرانہ سی ہنسی تھی۔

"یو نو ہائی کوالیفائیڈ بندہ تو اپنے جیسی ہی تعلیم یافتہ بیوی چاہتا ہے۔" وہ اپنے آپ پر اتراتے ہوئے بڑے تفاخر سے وسیط کی جانب دیکھ کر گویا تھی۔ اس کے لہجے میں صرف خود پسندی تھی۔ جیا سے خود کو برتر سمجھنے کا انداز۔ جس نے جیا کو اندر سے سلگا دیا تھا۔

"لائف پارٹنر کے لیے ہر کسی کا اپنا اپنا پوائنٹ آف ویو ہے۔" جیا مدھم سی مسکراہٹ لیے بولی اس نے وسیط کو دیکھا تھا۔

"اینی وین۔ میٹ مائے ہسبینڈ وسیط عثمان۔" بڑے ہی سکون سے اس نے وسیط کی جانب اشارہ کر کے تعارف کروایا تھا اور ارسہ اتنی ہی بے سکون

ہو گئی تھی۔

"واٹ۔۔۔؟ واٹ ڈو یو مین۔۔۔؟" وہ شاکڈ ہو گئی تھی۔

"وسیط۔۔۔! وسیط۔۔۔! از اٹ فیکٹ۔۔۔؟" اس نے بے یقینی سے پوچھتے ہوئے وسیط کا ہاتھ ہلایا۔

وسیط نے ایک تیز سی تنبیہی نگاہ جیا پر ڈالی اور ارسہ کا ہاتھ پکڑ کر اسے اندر لے جاتے ہوئے بولے۔

"اس کی فضول باتوں کو چھوڑو۔ تم اندر چلو ارسہ! میں تمہیں سب کچھ بتاتا ہوں۔"

"ڈونٹ ٹچ می۔" اس نے اپنا ہاتھ ایک جھٹکے سے وسیط کے ہاتھ سے کھینچا تھا۔

"تم نے مجھے چیٹ کیا۔ اتنی بڑی بات مجھ سے چھپائی۔ کیا سمجھ کر بے وقوف' نادان اور جاہل ہوں میں۔" ارسہ قدم روک کر بھڑی ہوئی تھی۔ وسیط بے بسی سے اسے ٹھنڈا کرنے کی سعی کر رہے تھے۔

جیا کو یہ صورت حال بہت مزہ دے گئی تھی۔ وہ سر جھٹک کر اندر کی طرف بڑھ گئی۔ پھر اس کے بعد بھی ارسہ نے اندر آ کر سب کے درمیان اس بات پر بہت ہنگامہ کیا۔ تاوقتیکہ اسے اندازہ جلد ہی ہو گیا۔ کسی کو اس کی خفگی کی پروا ہے نہ وسیط کے علاوہ کوئی اس کی غلط فہمی و ناراضگی دور کرنے میں دلچسپی رکھتا ہے۔ اس کا مطلب تھا۔ جیا اس گھر اور مکینوں کے دل میں ایک مقام رکھتی ہے۔

اس رات کے بعد وہ اپنے کمرے میں سر منہ لپیٹے پڑی تھی۔ وہ پانچ سال بعد واپس آئی تھی۔ اور جس پذیرائی کی اسے توقع تھی وہ اسے یہاں نہ ملی تھی۔

بچپن سے وہ وسیط کے ساتھ منسوب تھی۔ اپنے اور وسیط کے حوالے سے اس کے بہت اونچے اونچے مستقبل کے خواب تھے۔

وسیط' عمان احمد کا اکلوتا لاڈلا بیٹا تھا۔ ریاط اور رطاب اس سے آٹھ دس سال چھوٹی تھیں۔ ریاط ایم اے کر رہی تھی اور رطاب ایف ایس سی میں تھی۔

ادھر ارسہ ارمغان احمد کی اکلوتی اور لاڈلی بیٹی تھی۔ وسیط سے ڈیڑھ دو سال ہی چھوٹی تھی۔ اس کے بعد سبطین اور سنیع تھے۔ سبطین نے بی ای (کمپیوٹر) کیا تھا۔ اور سنی بی کام کر رہا تھا۔

ارسہ اور وسیط دونوں کا تعلیمی ریکارڈ ابتدا سے بے حد شاندار تھا۔ ایک سال کے آگے پیچھے دونوں نے تعلیمی منازل طے کرتے ہوئے اپنے اپنے پسندیدہ سبجیکٹ میں ڈبل ایم اے کیا تھا۔ دونوں کا ارادہ باہر جا کر پڑھنے کا تھا۔

ان ہی دنوں بڑے پاپا عمان احمد کا ہائی بلڈ پریشر کے سبب انتقال ہو گیا تو وسیط نے یونیورسٹی کی جانب سے ملنے والی جاب کی آفر قبول کر لی تھی۔ اس وقت ان کا رزلٹ بھی نہیں آیا تھا۔ مگر ان کا شاندار اکیڈمک ریکارڈ اس جاب کا سبب بنا تھا۔

جب ارسہ کا رزلٹ آؤٹ ہوا تھا اس سے پہلے ہی وہ مزید تعلیم کے لیے باہر اپلائی کر چکی تھی۔ جبکہ اب وسیط اماں' ریاط اور رطاب کی ذمہ داری محسوس کرتے ہوئے یہاں سے جانا نہ چاہتے تھے۔ اس بات پر آئے دن ارسہ اور وسیط میں تلخی ہوتی رہتی تھی۔ ارسہ چاہتی تھی۔ وہ باہر پڑھنے کے لیے جائیں تو وہیں سیٹل بھی ہو جائیں۔ وہ وسیط پر مکمل اپنا حق گردانتی تھی۔ سرو قد مضبوط جسامت کے ہینڈسم سے وسیط نظر انداز کیے جانے کے لائق نہ تھے۔ گھر کے علاوہ کالج و یونیورسٹی میں بھی ان کا ساتھ اور ان کی ذہانت بے حد مشہور تھی۔

سو ارسہ کو بڑی خوش فہمی ہو گئی تھی کہ وسیط اس کے بغیر نہیں رہ سکتے۔ وہ باہر جا کر وسیط سے رابطہ رکھتے ہوئے انہیں فورس کرے گی تو وسیط اس کے پاس ضرور آ جائیں گے۔

مگر اس کی یہ سوچ بھی خام خیالی ثابت ہوئی تھی۔ اپنی بات منوانے میں وہ ناکام ہو گئی تو اس نے گھر میں اعلان کر دیا کہ وہ اپنی تعلیم مکمل کر کے وہاں ہی جاب کر رہی ہے۔ اور پاکستان فی الحال آنے کا اس کا ارادہ نہیں ہے۔ سو وسیط چاہیں تو اس کے پاس آ جائیں وہ دونوں وہاں ہی اپنی نئی زندگی کا آغاز کر کے اپنا مستقبل بنائیں گے۔

ارمغان احمد کو بیٹی کی یہ بات بہت بری لگی تھی۔

انہوں نے بیٹی کی محبت میں اسے اعلیٰ تعلیم حاصل کرنے کا شوق پورا کرنے کی اجازت تو دے دی تھی مگر ابھی اتنے ایڈوانس نہیں ہوئے تھے کہ بیٹی باہر بیٹھے فون پر نکاح کرواکر شوہر کو اپنے پاس بلوانے پر اصرار کرے اور وہ مان جائیں۔ سو انہوں نے اس کی بات ماننے سے انکار کردیا۔ تب ارسہ بھی اپنے موقف سے پیچھے ہٹنے پر تیار نہ ہوئی۔ بقول اس کے۔

"میں آپ لوگوں کے جذباتی رویوں سے ڈر کر اپنا مستقبل داؤ پر نہیں لگا سکتی۔ میں نے اس مقام تک آنے کے لیے بہت محنت کی ہے۔ اور اب یہاں سے فوری واپس جانا میرے لیے ممکن نہیں ہے۔" اس نے آخری کوشش کے طور پر وسیط سے بات کی۔

"اگر تمہیں میری پروا ہے۔ میرا ساتھ دینا چاہتے ہو تو تمہیں میری بات ماننی ہوگی وسیط! تمہیں سب کو چھوڑ کر یہاں میرے پاس آنا ہوگا۔"

"اور اگر یہی بات میں تم سے کہوں تو....." وسیط نے بڑی آس سے پوچھا تھا۔

"تو میرا جواب ہوگا۔ "نہیں۔" اس نے ایک لمحہ ضائع کیے بنا کہہ دیا جس سے وسیط کو دھچکا سا لگا تھا جبکہ وہ مزید کہہ رہی تھی۔

"میں صرف تمہارے لیے اپنی خوش قسمتی کے دروازے مقفل نہیں کرسکتی۔ مرد مجھے بہت مل جائیں گے۔ تم نہیں تو کوئی اور سہی، مگر فیوچر بنانے کا یہ موقع پھر شاید نہ ملے۔ میں وہاں تمہارے پاس آکر کنویں کی مینڈک نہیں بنے رہنا چاہتی۔ وہاں بہترین جاب کے مواقع ہیں نہ قابلیت کی قدر پھر میں کیوں اپنے پاؤں پر خود کلہاڑی ماروں۔" اور وسیط کو جو یقین تھا کہ ارسلہ کو ان سے سچی محبت ہے۔ وہ ان کے لیے ضرور واپس آئے گی تو ان کا یہ یقین چکنا چور ہوگیا تھا۔ انہیں ایک چپ سی لگ گئی تھی۔

ارسہ کی خودسری کی وجہ سے گھر کا ہر فرد اس سے خفا تھا۔ اماں کو وسیط کی چپ ہولاتی تھی تو ارمغان احمد اور ان کی بیوی غدیجہ کو اپنا آپ جرم لگتا تھا۔ ان دونوں نے وسیط کی ماں کو مشورہ دیا کہ وسیط کی شادی کردی جائے۔ شاید اسی طرح وسیط ارسہ کی خودسری کا زخم بھول جائیں۔

وسیط کو متعدد لڑکیوں کے بارے میں بتایا گیا مگر انہوں نے سختی سے انکار کردیا کہ انہیں شادی نہیں کرنی۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ انہوں نے باشعور ہوتے ہی صرف ارسہ کو اپنی شریک حیات کے لیے سوچا تھا۔ کسی اور لڑکی کے ساتھ کا سوچ کر بھی انہیں وحشت ہوتی تھی کہ کوئی اجنبی لڑکی ان کے مزاج و فطرت اور زندگی گزارنے کے انداز و خواہشات سے آشنا نہ تھی تو کس طرح ان کی روح کی آسودہ کرسکتی تھی۔

ان ہی دنوں سب سے چھوٹے نعمان احمد اپنی فیملی کے ساتھ تین ماہ کے لیے مسقط سے پاکستان آئے تھے۔

ان کی بڑی بیٹی جیا کانونیٹ سے اے لیول کے بعد فارغ تھی۔ شوخ و چنچل سی نوعمر جیا کو وسیط کی سنجیدگی بھاگئی تھی۔

لاپروا ہونے کے باوجود محبت کے بارے میں اس کا نظریہ بڑا واضح تھا۔ جس طرح پھول خوشبو کے بنا نامکمل، زندگی سانس کے بنا ادھوری تھی اس طرح انسان بھی محبت کے بغیر تکمیل نہیں پاسکتا تھا۔ محبت جو انسان کا اتمام ہے۔ یہ محبت وسیط کو ہوچکی تھی۔ ارسہ سے اور جیا کو ہوئی تھی وسیط سے۔

جیا وسیط کو نارسائی کے دکھ سے نکالنے کے بعد اس کے دل کی اداس گلیوں میں گل امید کی صورت رہنا چاہتی تھی۔ وہ اس کی زندگی کو رعنائی اور موسم بہار سے آشنا کرنا چاہتی تھی۔

جیا نے ارسہ اور وسیط کے بارے میں اپنے کزنز سے بہت کچھ سنا تھا۔ سب کہتے۔

"پہلے بگ بی کی موجودگی محسوس ہوتی تھی۔ اور اب ان کی موجودگی کو محسوس کرنا پڑتا ہے۔" وسیط سب کی موجودگی میں لاؤنج میں تادیر بیٹھے رہتے مگر اس طرح بے نیاز جیسے وہاں موجود نہ ہوں۔ اور جیا کو یہ پراسرار خاموشی بہت سکھ دیتی تھی۔

جیا اپنے سب کزنز کی طرح وسیط کو "بگ بی" نہیں کہتی تھی۔ محبت نے ایک رشتہ بنا کر کلام کرنے میں جھجک پیدا کردی تھی۔ اور یہ بات بہت جلد ارسلہ اور ازنلہ نے محسوس کرلی تھی۔

ارسلہ اور ازنلہ نبیلہ پھوپھو کی بیٹیاں تھیں۔ جو پنجاب کے ایک نواحی قصبے سے میٹرک کر کے مزید تعلیم کے لیے اپنے ماموؤں کے گھر کراچی آکر رہ رہی تھیں۔

ازنلہ جیا کی ہم عمر تھی۔ جیا کی آنکھوں میں جلتے وسیط کے نام کے دیئے دیکھ کر اس نے بڑی اماں سے بات کی تھی۔ اور اندھا کیا چاہے دو آنکھیں۔ انہوں نے اس مرتبہ وسیط سے بات کیے بنا پہلے نعمان احمد سے بات کرلی۔

نعمان احمد شش و پنج میں پڑ گئے۔ وسیط کا ارسہ کی طرف رجحان انہیں معترض کررہا تھا۔ لیکن پھر ارمغان احمد کے سمجھانے اور جیا کی جگر جگر کرتی آنکھوں میں وسیط کے لیے اظہار پسندیدگی دیکھ کر انہوں نے ہاں کردی۔ بڑی اماں نے وسیط سے بات کی تو وہ بھڑک اٹھے۔

"اماں وہ مجھ سے بارہ برس چھوٹی ہے۔ عمر کے ساتھ ساتھ ہمارے مزاج میں بھی فرق ہے۔ کیا سوچ کر آپ نے ایسی بات کی ہے۔"

"چھوٹا ہونا کوئی عیب نہیں ہے۔ اور شادی کے بعد تو اسے اپنے مزاج کے مطابق ڈھال لینا۔" اماں نے رسان سے کہا تھا۔

"بچی ہے وہ ابھی۔ اتنی آسانی سے میرے مزاج کے مطابق نہیں ڈھل جائے گی اور میں اپنی ازدواجی زندگی سمجھوتے کی نذر نہیں کرنا چاہتا۔ اور مجھے ایک تعلیم یافتہ میچیور ذمہ دار لائف پارٹنر کی ضرورت ہے۔ جیا میرے معیار پر پوری نہیں اترتی۔ اگر اس میں ارسہ جیسی کوئی ایک خوبی بھی ہوتی تو میں انکار نہ کرتا۔" بے ساختہ انہوں نے ارسہ سے جیا کا موازنہ کرڈالا تھا۔ اور یہ بات ان کے منہ سے بھی نکل گئی۔ اماں نے تیز نگاہوں سے انہیں گھورا تھا۔

"ارسہ سے زیادہ خوبصورت اور کم عمر ہے جیا۔" انہوں نے کہا۔

"میرے نزدیک یہ اس کا پلس پوائنٹ نہیں مائنس پوائنٹ ہے۔"

"تو کیا تم ارسہ جیسی بے لگام لڑکی کے لیے جوگ لوگے۔ ارے اسے تو اپنے ماں باپ کی عزت کا پاس ہے نہ بچپن کی نسبت کا احساس۔" وہ یک دم اشتعال میں آگئیں۔

"کیسے بے شرمی سے تیرے لیے انکار کرکے اپنوں کے بجائے پرائے لوگوں میں رہنے کو ترجیح دی ہے۔ وہ تو وہیں کسی کالے گورے کے ساتھ گھر بسا لے گی۔ تم اپنی عمر کا اچھا وقت گزارے جاؤ اس کی آس میں۔" اماں تو اپنی بھڑاس نکال کر چلی گئیں۔ اور وسیط اسی رات نیٹ پر اس کے ساتھ آن لائن ہوئے تھے۔

"تمہیں کیا لگتا ہے ارسہ! تم اس طرح میرے بغیر زندگی گزار لوگی؟" انہوں نے ٹائپ کیا تھا۔

"تم بھول رہے ہو وسیط! میں نے تم سے کہا تھا۔ مجھے تم جیسا کوئی دوسرا شخص مل جائے گا۔ اور وہ مجھے مل چکا ہے۔ لیکن تم شاید....." وسیط نے کچھ اور پڑھنے سے پہلے لائن ڈسکنیکٹ کردی تھی۔ ان کی تنہائی کے سناٹوں میں جو امید کا ایک ننھا سا دیا روشن تھا کہ ارسہ ان کے بنا نہیں رہ سکتی۔ وہ سالوں کی وابستگی اتنی آسانی سے کیسے توڑ سکتی ہے۔ وہ ضرور ان کے پاس آئے گی۔ یہ معصوم سی امید بھی بجھ گئی تھی۔ ارسہ نے اتنے واضح الفاظ میں انہیں ٹھکرایا تو ان کے پندار کو ٹھیس پہنچی اپنے اشتعال اور ارسہ کے لیے تنفر کو وہ دبا نہ سکے تو اماں سے جیا کے لیے "ہاں" کر بیٹھے۔

وہ تو جیسے ہتھیلی پر سرسوں جمائے بیٹھی تھیں۔ مارے خوشی کے آنا "فانا" پندرہ دن میں ان دونوں کی شادی طے کردی۔ ایک ماہ بعد نعمان واپس جارہے تھے۔ سو جیا کے فرض سے سبکدوش ہونے کے بعد پندرہ دن تک وہ مزید رہے اور پھر اپنے دونوں بیٹوں کو لے کر واپس مسقط چلے گئے۔ جیا کی طرف سے وہ مطمئن تھے کہ وہ ناخوش نہ ہوگی۔

اور ادھر جیا کے ساتھ نکاح کے بندھن میں بندھ جانے کے بعد وسیط کو اپنی غلطی اور جلد بازی کا احساس ہوا تھا۔ ارسہ کے ان کی زندگی میں آنے کی امید قطعاً" ختم ہو چکی تھی۔ شادی کی پہلی رات اپنے آپ سے جنگ کرتے وہ کمرے میں آئے تو سجی سنوری جیا کو بیڈ پر دیکھ کر ان کے دل میں شدت سے ہوک اٹھی کہ اس جگہ ارسہ کو ہونا چاہئے تھا۔ انہوں نے تو صرف ارسہ کو اپنے بیڈ روم میں ہمیشہ کے لیے دیکھنے کی خواہش کی تھی۔

انہیں یہ خیال ایک بار پھر ستانے لگا ان سے بارہ برس چھوٹی جیا کسی طرح بھی ان کے لیے سوٹ ایبل نہ تھی۔

✲ ✲ ✲

زائر حسن کا پرپوزل ارسلہ کے لیے آیا تھا۔ یہ بات گھر والوں کے لیے تو تعجب کی نہ تھی مگر سبطین اور ارسلہ کو شاک لگا تھا۔ اس شاک میں دونوں کی کیفیات بالکل جدا جدا تھیں۔ ارسلہ کو مارے خوشی کے یقین ہی نہ آ رہا تھا اور سبطین کا دل۔ جیسے اتھاہ گہرائیوں میں ڈوبتا جا رہا تھا۔ ارسلہ کے چہرے کا گلال.... اس کے ہونٹوں کا دبا دبا، جھجکا جھجکا سا تبسم اس کے دل کی کہانی کہہ رہا تھا۔

ایک ہفتہ.... صرف ایک ہفتہ ارسلہ نے زائر کے ساتھ کام کیا تھا۔ تو کیا زائر حسن نے اس کے دل تک رسائی حاصل کر لی تھی۔ اور وہ جو سالوں سے محبت کا ایک دیا اپنی ہتھیلی پہ جلائے دو زانو اس کا در دل کھلنے کا منتظر تھا۔ اس محبت کے دیے کی ذرا سی روشنی بھی کسی درز سے اس کے دل میں جا کر اس کے جذبوں سے اسے آگاہ نہ کر سکی تھی۔

رشتہ اچھا تھا۔ چچا جان نے فوراً "نبیلہ پھوپھو کو فون کر کے انہیں اور پھوپھا جان کو آگاہ کیا۔ تو پھوپھا جان نے کہا وہ لوگ چند دنوں میں کراچی آ رہے ہیں پھر اگر رشتہ بہتر لگا تو مثبت جواب دینے میں کوئی حرج نہیں ہے۔

✲ ✲ ✲

چھٹی کا دن تھا۔ دس بجے تک پورا گھر سکوت میں ڈوبا ہوا تھا۔ جیا غسل کرنے کے بعد کچن میں کھڑی اپنے لیے چائے بنا رہی تھی۔

"میرے لیے بھی ایک کپ چائے لے آنا۔" وسیط کی نیند سے بوجھل بھاری آواز پہ جیا ڈر گئی تھی۔ اس کا ہاتھ بہکا اور ابلتا ہوا پانی چھلک کر کلائی پہ آ گرا تھا۔

جیا کے منہ سے کراہ سی نکلی۔ اس نے گردن موڑ کر وسیط کو دیکھا سلیپنگ سوٹ میں ملبوس بکھرے بالوں کے ساتھ وہ اسے ہی دیکھ رہے تھے۔ مگر اس کی تکلیف پر انہوں نے آگے بڑھنے کی زحمت نہ کی۔ جیا کی آنکھوں میں آنسو آ گئے۔

"ایسی چھوٹی چھوٹی تکلیفوں پر رو دینا شاید تمہاری عادت ہے۔" ایک تیر اچھال کر وہ پلٹ گئے تھے۔ اس کا دل اچاٹ ہو گیا اس نے وہی مگ اٹھایا اور وسیط کو دینے کے لیے کمرے میں آ گئی۔

"چینی ملائی ہے؟" انہوں نے سپ لیتے ہی پوچھا تھا۔

"ہوں.... میں نے اپنے لیے بنائی تھی۔ مگر اب پینے کو جی نہیں چاہ رہا۔" وہ دراز سے دوا نکال کر اپنی کلائی پر لگاتے ہوئے سپاٹ لہجے میں بولی۔ وسیط بغیر چینی کی چائے پیتے تھے۔

"سنو.... مجھے تم سے بات کرنی ہے۔" جیا دوا لگا کر پلٹنے لگی کہ انہوں نے اسے روک لیا۔ وہ پلٹی نہیں۔ ان کے کہنے کی منتظر یونہی کھڑی رہی۔ چند ساعت وسیط اس کی پشت پر بکھرے لمبے سیاہ نم بالوں پر نظر جمائے اس کے پلٹنے کے منتظر رہے پھر خود ہی گویا ہوئے۔

"گو میں نے اب تک تم سے براہ راست بات نہیں کی تھی مگر تم واقف ضرور ہو گی کہ میں کیا چاہتا ہوں۔ آئی مین ارسہ کے آنے کے بعد ہم دونوں کا ساتھ مزید ممکن نہیں۔" وسیط دھیمے لہجے میں کہتے

گم اٹھائے اس کی پشت پر آکھڑے ہوئے تھے۔

"میں نے سنا ہے مرد بازیافت کا پرندہ ہے۔ نئے سے نئے جہاں دریافت کرنے کی خواہش رکھتا ہے۔ مگر یہ نہیں پتا تھا کہ نئی بیوی بدلنا بھی اسی دریافت کا ایک حصہ ہے۔"

"تم..." اس کی تیکھے لہجے میں کہی گئی بات کا مطلب سمجھ کر انہوں نے ایک جھٹکے سے اس کا بازو مشتعل ہو کر دبوچا۔ اور پھر فوراً" چھوڑ بھی دیا۔

"فضول باتیں کرنے کی ضرورت نہیں۔" چند لمحے پہلے جو اس کے بال چھو کر ان کی نرمی اور خوشبو محسوس کرنے کی ایک دلربا سی خواہش جاگی تھی۔ وہ ان کے اشتعال میں جل کر راکھ ہو گئی۔

"دیکھو... تم میرے ساتھ خوش نہیں ہو۔ میں بس اتنا چاہتا ہوں تم یہ بات اماں سے کہہ دو' میرا مسئلہ حل ہو جائے گا۔"

"مجھ سے پہلے وہ آپ کی ماں ہیں' آپ خود ان سے کہہ سکتے ہیں۔ رہی میرے کہنے کی بات تو وہ مجھے بہت خوشی سے بہو بنا کر اس گھر میں لائی ہیں۔ میں ان کی یہ خوشی چھین نہیں سکتی۔" کہہ کر وہ رکی نہیں کمرے کی دہلیز پار کر گئی۔

"ساری عمر ایسے گزارہ نہیں ہو سکتا فیصلہ تو ہو کر رہے گا جیا میڈم!" وسیط کی پرسوچ نظروں نے اس کا تعاقب کیا تھا۔

☆ ☆ ☆

نبیلہ پھوپھو اور پھوپھا جان آکر چچا جان کے ساتھ زائر اور اس کے گھر والوں سے مل چکے تھے۔ انہیں رشتہ ہر لحاظ سے موزوں لگا تھا۔ سو وہ لوگ زائر کے والدین کے بھرپور اصرار پر اپنا مثبت عندیہ ظاہر کر آئے تھے۔ اسی روز لگے ہاتھوں چچا جان نے سبطین کے لیے انزلہ کا رشتہ مانگ لیا۔ کہ اب آئے ہیں تو دونوں بیٹیوں کی بات پکی کر کے جائیں۔

حالات سبطین کے ارادوں کے بالکل مخالف جا رہے تھے۔ اس کے خیالوں میں تو ارسلہ بستی تھی پھر یہ انزلہ بیچ میں کہاں سے آ گئی تھی۔ وہ بالکل چپ ہو گیا تھا۔ وہ ٹوٹ کر بکھر رہا تھا۔ کچھ کہہ بھی نہیں سکتا تھا۔ اگر ارسلہ کی آنکھوں میں زائر حسن کا عکس نہ دیکھ چکا ہوتا تو... تو بہت کچھ صحیح ہو سکتا تھا۔

جس روز پھوپھا جان آئے تھے اس روز ان کے گھر جانے کے بعد اپنے اضطراب کو چھپائے وہ ارسلہ کے پاس جا کھڑا ہوا تھا۔

"ارسلہ! فرض کرو پھوپھا جان کو زائر تمہارے لیے پسند نہ آیا تو..." اس نے بڑی امید سے ارسلہ کی جانب دیکھا تھا جیسے وہ ابھی لاپروائی سے کہہ دے گی۔ "مجھے کوئی فرق نہیں پڑتا۔"

"ایسا نہیں ہوگا۔" وہ پورے یقین سے کہہ رہی تھی۔

"یہ بات تم اور میں جانتے ہیں سبط کہ زائر حسن میں ایسی کوئی خرابی نہیں۔ جس کی بنا پر اسے رد کیا جائے۔" اس کے لہجے کا یقین اور آنکھوں میں جگر جگر کرتا زائر کا عکس دیکھ کر وہ مکمل طور پر ڈھے گیا تھا۔

پھر اس نے جیا سے بات کی۔

"ہو سکتا ہے وہ مجھ سے بات کرنے میں جھجک رہی ہو۔ تم اس سے تفصیل سے بات کر کے دیکھو۔"

"میں اس سے بات کر چکی ہوں سبطین! وہ محبت کی راہ کی مسافر بن چکی ہے۔ مگر اس کی منزل تم نہیں زائر حسن ہے۔ بقول اس کے "کب کیسے یہ حادثہ ہوا کچھ خبر نہیں۔ ہوا کے دوش پر دو مسحور کن آوازیں ابھرتی رہیں۔ اور یہ سحر انگیز آوازیں ایک دوسرے کی روح پر گرفت کر کے اس ابدی جذبے میں ڈھل گئیں۔ جس کے بغیر انسان کا اتمام ممکن نہیں۔" بکھرے بکھرے سے سبطین کا دکھ جیا نے اپنے اندر اترتے محسوس کیا تھا۔

جس کو آپ اپنے دل و روح کی سچائی کے ساتھ چاہتے ہوں اور وہ آپ کے جذبوں سے غافل کسی اور کی چاہ رکھتا ہو تو انسان ایسے ہی منتشر ہوتا ہے۔ وسیط دل سے جیا کے نہیں ہوئے تھے مگر اسے مل گئے تھے وہ اسی پر تشکر کرتی تھی۔ سبطین تو بالکل ہی خالی ہاتھ تھا۔

پھر وہ کیوں نہ آہ و فغاں کرتا۔

"ہو سکتا ہے وہ وقتی جذبے کے زیر اثر کہہ رہی ہو۔ ہر نئی چیز کو حاصل کرنے کی چاہ انسان کی فطرت میں ہے۔ میں چچا سے بات کرتا ہوں۔ جب وہ ازلہ کا پرپوزل میرے لیے دے سکتے ہیں تو ارسلہ کا کیوں نہیں جبکہ ارسلہ میری چاہت بھی ہے۔ میں بات کروں گا پپا سے۔" وہ آپ ہی آپ بلند آواز سے بڑبڑا رہا تھا۔ جیا نے اسے ٹوکا۔

"پاگل مت بنو سبطین! ارسلہ کو اس کی خوشی سے محروم کرنے کا تمہیں کوئی حق نہیں ہے۔" اس کی بات پر سبطین نے بے یقینی سے اسے دیکھا۔

"تم نے میری اور اپنے بگ بی کی زندگی سے بھی کوئی سبق نہیں سیکھا۔ ہم دونوں اپنی اپنی جگہ ناخوش ہیں۔ نارسائی کی آگ میں جل رہے ہیں۔ میں تو عورت ہوں۔ اللہ نے مجھے اختیار سے محروم رکھا ہے۔ مگر تمہارے بگ بی وہ تو بااختیار ہیں۔ اور نارسائی کی جو آگ ان کے دل میں جل رہی ہے اسے بجھانے کے لیے وہ ہماری ازدواجی زندگی بھی داؤ پر لگانے پر تل گئے ہیں۔

کسی بھی دن وہ اپنے اختیار کا استعمال کرتے ہوئے مجھے اپنی زندگی سے نکال کر ارسہ کو بسالیں گے۔ میں اور میری چاہت تو ان کے نزدیک بے مول ہے۔ یہ سب قسمت کا کھیل ہے۔ اور.... اور ہم کچھ بھی نہیں کرسکتے۔" وہ کہتے کہتے رونے لگی تھی۔

"میں تمہارے دکھ کو محسوس کرسکتا ہوں جیا!" سبطین اس کے رونے سے پشیمان ہو کر اس کے قریب آیا اور اس کے کاندھے پر تسلی کے لیے ہاتھ رکھا۔

"اور مجھے اس بات کا افسوس بھی ہے کہ تمہارے دکھ کی اصل وجہ میری ہی بہن ہے۔ تم یقین رکھو جیا! بگ بی جو چاہے کرلیں مگر میں ارسہ کو تمہارا حق چھیننے نہیں دوں گا۔ بڑی اماں پپا اور امی کوئی بھی ایسا نہیں ہونے دے گا اس بات کا یقین کرلو۔" سبطین اپنی پریشانی بھول کر اسے تسلی دے رہا تھا۔ وہ اس کے خلوص پر روتی آنکھوں سے مسکرادی۔

"تم میری بات چھوڑو میں نے تو اپنا معاملہ اللہ پر چھوڑ رکھا ہے۔ اگر ایک انسان سے شرعی رشتہ میری قسمت میں لکھ دیا گیا ہے تو اس لکھے کو مٹا کر کوئی بھی اسے مجھ سے چھین نہیں سکتا۔"

اس کی آنکھوں میں ایک یقین سا جگمگایا تھا۔ اللہ پر یقین، سبطین اسے دیکھے گیا۔ کتنی حوصلہ مند تھی۔ کہ بگ بی کے مشکلات پیدا کرنے پر بھی ان سے لڑنے جھگڑنے چیخنے چلانے اور سبطین کی بہن کو ذمہ دار ٹھہرا کر اسے لعنت ملامت کرنے کے بجائے پرسکون لہر کی مانند اس کے سامنے کھڑی مسکرا رہی تھی۔ بس کبھی کبھی اس لہر میں تلاطم سا آجاتا تھا۔ اور ضبط دشوار ہو جاتا تو پانی آنکھوں کے سمندر سے چھلک جاتا۔ جیسے ابھی ہوا تھا۔ اور اس کے لیے سبط اسے حق بجانب سمجھتا تھا۔

اور میری یہ بات تم بھی اپنے ذہن میں محفوظ کرلو سبطین!" وہ کہہ رہی تھی۔

"زائر حسن اور ارسلہ ایک دوسرے کی چاہت اور خوشی ہیں انہیں اپنی خوشی حاصل کرلینے دو۔ ہو سکتا ہے تمہارے جذبوں کی یہ قربانی کسی کے لیے نیکی بن جائے۔ ازلہ سے شادی کرلو۔ ازلہ تم سے بہت پیار کرتی ہے سبطین وہ تمہاری نیکی کی قدر کرے گی۔"

"واٹ..." سبطین جیا کے انکشاف پر حیران رہ گیا تھا۔

"ہاں اور تم ارسلہ کو چاہتے ہو' یہ بات وہ جانتی ہے مگر تم اپنے بگ بی کی طرح کم ظرفی کا مظاہرہ مت کرنا سبطین۔ تم اس سے کبھی یہ مت کہنا تم ارسلہ سے محبت کرتے ہو یا اسے اپنی زندگی میں شامل کرنا چاہتے تھے۔ عورت ازدواجی زندگی میں متعدد مشکلات جھیل سکتی ہے۔ مگر اپنے حق کی جگہ شوہر کے منہ سے کسی دوسری عورت کا تذکرہ یا شوہر کے دل و جسم پر کسی اور عورت کی پرچھائیں برداشت نہیں کرسکتی۔ یہ سب اسے کمزور کردیتا ہے۔

اور مجھے یقین ہے۔ تم جیسا اچھا انسان اپنی بیوی کو زندگی کی آخری سانس تک بھرپور اعتماد اور تحفظ فراہم

کرے گا۔ کیوں ٹھیک کہہ رہی ہوں نا۔" اس نے سبطین سے تائید چاہی تو وہ اس کے مسکراتے لبوں کو سنجیدگی سے دیکھ کر رہ گیا۔

"تم نے تو میری محبت کا باب ہی سرے سے بند کر دیا۔" اس کے لبوں پر زخمی سی ہنسی بکھری تھی۔

"ایسے مت ہنسو سبطین!" جیا نے اسے ٹوکا تھا۔ "زندگی کا یہ دور جو آج تمہارا حال ہے۔ تمہیں بہت تلخ اور دل شکن محسوس ہو رہا ہے۔ مگر جب یہ ماضی بن چکا ہو گا تو اس کی تلخی بھی کم ہو چکی ہو گی۔" سبطین نے اپنا جھکا ہوا سر اثبات میں ہلایا۔

✡ ✡ ✡

"تو تم اب میرے بھائی پر ڈورے ڈال کر آئندہ کے لیے اپنی راہ ہموار کر رہی ہو۔" خونخوار سے لہجے پر جیا پلٹی تو بھونچکا رہ گئی۔ ارسہ بڑی کاٹ دار نظروں سے اسے دیکھ رہی تھی۔

"یہ آپ کیا کہہ رہی ہیں ارسہ!" اس کی بات سمجھ کر جیا کے لہجے میں ناگواری در آئی تھی۔ ارسہ اس کے قریب آ کھڑی ہوئی۔ اس نے دور سے سبطین اور جیا کو گفتگو کرتے دیکھا تھا۔

"جو میں کہہ رہی ہوں تم اچھی طرح سمجھ رہی ہو۔ زیادہ بھولی مت بنو۔"

"ویسے بھی وسیط نے ابھی تمہیں چھوڑا نہیں ہے، جو تم ابھی سے سبطین کو رجھانے کے لیے بے تاب ہو رہی ہو۔"

"پلیز ارسہ! وسیط میرے شوہر ہیں اور سبطین میرا بھائی۔ مجھے رشتوں کا احترام کرنا آتا ہے۔ آپ مجھ سے بڑی ہیں میں آپ کی عزت کرتی ہوں۔ اس کا یہ مطلب نہیں کہ آپ جو جی چاہے مجھ پر الزام تراشی کرتی رہیں۔ آئندہ ایسی کوئی بات میں برداشت نہیں کروں گی۔" جیا کو یکدم غصہ آ گیا تھا۔

"میں بڑی ہوں... میں بڑی ہوں تو وسیط بھی تم سے بارہ سال بڑا تھا۔ اس سے شادی کرتے وقت تمہیں یہ دھیان کیوں نہ آیا۔ تم نے مجھ سے وسیط کو چھینا تھا۔ اب میں وسیط کو تم سے واپس چھین ہی لوں گی، مگر سبطین پر بھی تمہارا سایہ نہیں پڑنے دوں گی۔ ڈو یو انڈر اسٹینڈ...؟ تم اسے میرے خلاف نہیں بھڑکا سکتیں۔" ارسہ نے مشتعل ہو کر بھنویں اچکاتے ہوئے اسے وارن کیا تھا۔ جیا کے لبوں پہ دھیمی سی مسکراہٹ آ گئی۔

"اپنے ہارنے کے خوف سے پریشان ہیں آپ اس وقت آپ کہاں تھیں، جب آپ کی طرف سے مایوس ہو کر وسیط نے مجھے پرپوز کیا تھا۔" جیا دونوں بازو سینے پر باندھتے ہوئے وہیں ڈائننگ ٹیبل کے کونے پر ٹک کر بولی۔

"اس وقت میں جہاں بھی تھی۔ اب "یہاں" ہوں۔ وسیط میرا تھا اور میرا ہے۔ اس نے تم سے شادی ضرور کی۔ مگر تمہیں تمہارا "حق" نہیں دیا۔ کیوں کہ اس کے ذہن و دل اور جسم و جذبات پر صرف میرا حق ہے۔

کتنے مزے کی بات ہے نا... ایک سال سے بیوی تو اس کی تم ہو مگر... چچ چچ کتنی بدنصیب ہو تم تمہارے ہوتے ہوئے بیڈ روم میں تمہارا شوہر مجھے سوچتا ہے۔ مجھے چاہتا ہے۔ میرے خواب دیکھتا ہے۔ اور تمہیں دیکھنے تک کا روادار نہیں... ہاہ..." ارسہ کی آنکھوں اور لب و لہجے میں اس کے لیے استہزا ہی استہزا تھا۔

جیا کا چہرہ دھواں دھواں ہو گیا۔ اسے اپنا جسم سلگتا ہوا محسوس ہوا تھا۔

اسے لگا جیسے وہ سر عام برہنہ ہو گئی ہے۔ اور اسے بے عزت کرنے والا کوئی اور نہیں اس کا شوہر تھا۔ ان دونوں کے بیچ کی انتہائی ذاتی بات کسی تیسرے تک پہنچا کر اپنی راہ ہموار کرنے کے لیے انہوں نے ارسہ کا اعتماد تو جیت لیا۔ مگر جیا کا بھرم تار تار کر دیا اور اب ارسہ اس کی برہنگی پر ہنس رہی تھی قہقہے لگا رہی تھی۔

جیا نے رخ موڑ کر خود پر ضبط کیا۔

"اب ہارنے کا خوف کس کو ہے۔ اور جیت کس کی ہو گی...؟" ارسہ غرور سے پوچھ رہی تھی۔

"یہ تو وقت ہی بتائے گا۔" اس کے سامنے سے ہٹنے سے پہلے کہتے ہوئے جیا کا لہجہ بے حد مضبوط ہوا تھا۔

✡ ✡ ✡

سلوک ناروا کب تک رہے گا
کوئی ہم سے خفا کب تک رہے گا
ہمارے اور تمہارے بیچ آخر
انا کا مسئلہ کب تک رہے گا
کہاں تک انتظار زخم تازہ
محبت کا خلاء کب تک رہے گا

مجھے لگا جیا میرے اندر بڑی تیزی سے اترتی جا رہی ہے۔ وہ مجھے بہت تیزی سے تسخیر کر رہی ہے۔ وہ میرے سامنے چپ کی بکل مارے رکھتی ہے، مگر میرے جذبات، میرا دل، میری آنکھیں سب مات کے مرحلے میں ہیں۔ میرا دل..... اس کی دلداریاں کرنا چاہتا تھا۔

میرے جذبات اس کی جانب سے پذیرائی چاہتے تھے۔ اور آنکھیں..... جب میں دن بھر کا تھکا ہارا گھر میں آتا تو میری آنکھیں سب سے پہلے جیا کو دیکھنا چاہتی تھیں۔ جیا جو میری زندگی میں میری خوشی کے بنا شامل ہوئی تھی۔ جس سے ابتدا میں مجھے چڑ اور الجھن محسوس ہوتی تھی۔ مگر آہستہ آہستہ وہ میرے حواس پر چھاتی گئی۔ میں خود کو اس کے بنا ادھورا سا محسوس کرنے لگا۔ اپنے ان محسوسات سے میں گھبرا گیا تھا۔ میں خود کو بار بار باور کراتا کہ مجھے صرف ارسہ ارمغان سے محبت ہوگئی ہے۔ وہ اوائل عمری سے میری چاہت ہے اور یہ چاہت ارسہ کی فضول سی ضد اور جیا کے میری زندگی کا حصہ دار بننے سے بھی ختم نہیں ہوئی ہے۔ اسی لیے اس کے لوٹ آنے پر میں اسے اپنانا چاہتا ہوں۔ پھر میں سوچتا ہوں یہ محبت تو نہیں ہوئی کہ کسی کو زبردستی اور کوشش سے یاد رکھا جائے۔ محبت تو کسی قسم کی شعوری کوشش اور یاد کے بنا ہی اپنا احساس دلاتی ہے۔ آنکھوں میں محب کا عکس اور اس کی نظر التفات کا انتظار سونپ دیتی ہے۔

دل کے غنچے کھلا کر خوشبو کی طرح بس جاتی ہے۔

اور اس خوشبو کو چھپانے کی سعی بعض اوقات بے سود ثابت ہونے لگتی ہے۔ اور اس اسٹیج پر آ کر کہ خودداری بھی اظہار سے گریزاں ہو، انسان اپنی ہی محبت کے مخالف چلنے لگتا ہے۔ جیسے میرا اور جیا کا معاملہ ہے۔

میرے نہ نہ کرنے کے باوجود وہ میرے دل و روح پر چھاتی جا رہی ہے۔ وہ ارسہ کی طرح میری ہم عمر ہے نہ سنجیدہ و فلاسفر، نہ ہی بے شمار ڈگریز کی مالک۔ اس کے شوق اور دلچسپیاں بھی بڑی عام سی اور محدود ہیں۔ دوسرے لفظوں میں زندگی گزارنے کے بڑے آسان فارمولے ہیں اس کے، چوبیس گھنٹوں میں جب جی چاہے سو جانا۔ بھوک لگے تو شور مچانا، مارے باندھے یونیورسٹی جانا کہ لوگوں میں شو کرنے کو ایک ڈگری ہو۔ شاپنگ اور آؤٹنگ کو ہمہ وقت تیار رہنا۔

یہ اور بات کہ یہ سب کام میرے ہونے نہ ہونے کی پروا کیے بغیر دیگر کزنز کے ساتھ کیے جاتے ہیں۔

پچھلے ڈیڑھ سال میں اس کی اتنی سرگرمیاں تو میرے علم میں آ چکی ہیں۔ اس کی ان تمام حرکتوں پر مجھے ناگواری سی محسوس ہوتی تھی۔

میرا خیال مجھے پریشان کرتا میرے جیسے نفاست پسند اور ذمہ دار بندے کے لیے ارسہ جیسی پنکچوئل، ڈسپلنڈ اور سوبر لڑکی ہونی چاہیے۔ ارسہ کو ہائی ایجوکیشن کا کریز تھا۔ اس کی زندگی کا ایک واضح مقصد تھا۔ جو اسے حاصل کرنا تھا۔ وہ ٹائم اینڈ اسپیس کی قدر کرتی تھی۔ جب بولتی تو مقابل کو لاجواب کر دیتی کیوں کہ اس کے پاس دنیا بھر کی معلومات کا خزانہ تھا۔ وہ ہر موضوع پر بولنے کا ہنر جانتی تھی۔

مجھے اس کی یہی خوبیاں اپیل کرتی تھیں۔ ہم دونوں کی بچپن میں ہی منگنی ہو چکی تھی۔ شاید اس لیے ہم دونوں ایک دوسرے کو سمجھتے ہوئے ساتھ ساتھ ایک جیسے خیالات و مقاصد لیے پروان چڑھے تھے۔ ہمارے مستقبل کے حوالے سے خواب بھی ایک تھے۔

ارسہ کو چائے بنانی تک نہیں آتی تھی، اس کی یہ

بات مجھے بری نہیں لگتی تھی۔ اور پھر ارسہ ہائر اسٹڈیز کے لیے باہر چلی گئی۔ ارادہ میرا بھی تھا۔ مگر پاپا کے انتقال کے بعد مجھے اپنی فیملی کو سپورٹ کرنا تھا۔ میرا اس کے ساتھ جانا ناممکن تھا اور یہ بات ارسہ کو ناگوار گزری تھی۔ وہ میری زندگی پر صرف اپنا حق سمجھتی تھی۔

میں نے پانچ سال تک ارسہ کا انتظار کیا۔ اور اس نے اپنے سبجیکٹ میں ڈاکٹریٹ کرنے کے بعد وہاں ہی جاب کرلی۔ مجھے افسوس ہوا تھا' میری اس کے نزدیک اتنی بھی اہمیت نہ تھی کہ وہ تعلیم حاصل کرنے کے بعد میرے لیے لوٹ آئے یا کم از کم مجھ سے اپنی جاب کے لیے رائے یا مشورہ تو لیتی۔

وہ میری ہونے والی شریک حیات تھی۔ میری مورل سپورٹ ہی زندگی کے مشکل مقام پر اس کے لیے سہارا بنتی سو میں نے یہی سوچ کر اس کی جانب سے دل صاف کرلیا تھا۔ اس کی محبت دل سے نہیں نکلی تھی۔

اور پھر مجھے یوکے بلانے میں ناکام ہو کر ارسہ نے شادی سے ہی انکار کردیا۔ اس وقت مجھے دھچکا لگا۔ یہی وہ عرصہ تھا جب نعمان پاپا اپنی فیملی کے ساتھ تین ماہ کے لیے پاکستان آئے تھے۔ میں ارسہ کے انکار کے دکھ میں تقریباً" سب سے ہی کٹ گیا تھا۔ جس کی وجہ سے گھر والے ملول تھے۔ سو اماں کی نظر انتخاب گھر کے مکینوں میں زندگی کی لہر دوڑنے والی خوبصورت اور شوخ و چنچل سی نعمان پاپا کی جیا پر پڑی۔

ارسہ کے رد کرنے سے مجھے بے حد ہتک محسوس ہوئی تھی۔ سو جیا کے لیے میرے "ہاں" کرتے ہی اماں نے اس سے میری شادی میں دیر نہ کی۔ اور اسی جلد بازی کے نتیجے میں پندرہ دن بعد جیا سے ایک مضبوط شرعی تعلق قائم ہوگیا۔

مجھے شدت سے احساس ہوا کہ ارسہ نے ہمیشہ میری محبت کی توہین کی ہے اس احساس کے حاوی ہوتے ہی مجھ پر ایک عجیب سی جھنجلاہٹ طاری کردی تھی۔ اسی جھنجلاہٹ میں' میں نے شادی کی پہلی شب جیا کے جذبات و احساسات کی پروا کیے بغیر اس سے نہ جانے کیا کیا کہہ دیا۔ بے حد نپے تلے تلخ لہجے میں اس چھوٹی سی لڑکی کے جواب دینے پر میری مردانگی' میری انا مزید تلملا اٹھی تھی۔

یہ ہو سکتا تھا کہ میں چند دنوں یا ہفتوں بعد اپنے نقصان کو نظر انداز کر کے اس کی طرف ملتفت ہو جاتا۔ مگر اس کے برعکس میں اس سے برگشتہ ہو کر سرد مہری اور گریز سے اس کے ساتھ پیش آنے لگا۔ ستم تو یہ کہ جیا بھی میرے گریز پر مجھ سے کنارہ کش ہو کر بے نیازی برت رہی تھی۔ مجھے اور غصہ آتا۔ میں نے اس پر مہربان نہ ہونے کا ارادہ کرلیا۔ مگر یہ ارادہ چند ماہ بعد ہی بھربھری ریت ثابت ہو کر میرے اندر ہی ڈھے گیا۔

کہتے ہیں نکاح کے بولوں میں بہت طاقت ہوتی ہے۔ یہ دو مخالف سمتوں کے مسافر کو ایک کردیتے ہیں۔ ان کے دلوں کو ایک دوجے کے لیے احساس کی نئی لذت سے آشنا کردیتے ہیں۔

میرا دل بھی جیا کی توجہ پانے کو ہمکنے لگا تھا۔ مگر میں نے اپنی خواہشات کو اپنے اندر ہی دبائے رکھا۔

جیا کی مرضی کے بنا اس کے سامنے جھکنا مجھے گوارہ نہ ہوا کہ ایک سال بعد ارسہ نے مجھے میرے پی سی پر میل کی۔

وہ اپنی گزشتہ بدتمیزیوں کی معافی مانگ رہی تھی۔ میرے لیے واپس آنا چاہتی تھی۔ وہ اپنے کیے پر نادم تھی۔ اس کے دل میں میری محبت تھی۔

لیکن پتا نہیں کیوں مجھے اس کے آنے کی خوشی نہیں ہو رہی تھی۔ مگر جیا کا قطعاً" میرے احساسات و جذبات کی پروا نہ کرنا مجھے سوچنے پر مجبور کرگیا۔ جیا کو اگر میری طلب ہوتی تو وہ اپنی محبت نرمی اور توجہ سے میرا دل جیتنے کی سعی تو کرتی۔

اس کے برعکس اس نے مجھے میرے حال پر چھوڑ دیا تھا۔ مجھے صرف اپنے کپڑے جوتے موزے اور کمرے کی صفائی ستھرائی' ترتیب و تزئین نہیں چاہیے تھی۔ مجھے جیا کی اپنے لیے مسکراہٹ' اس کا ذہنی و قلبی ساتھ اور اس کی محبت چاہیے تھی۔ جو مجھے

میسر نہ تھی۔

اور اب ارسہ آرہی تھی ارسہ کو پاکر میری تشنہ خواہشوں کی تکمیل ہوجاتی، مگر دل۔۔۔ دل کسی طور جیا سے وابستگی ختم کرنے پر آمادہ نہ ہورہا تھا۔

دل و دماغ کی اس جنگ میں دماغ کی فتح ہوئی اور میں نے گھر میں اعلان کردیا ارسہ واپس آرہی ہے۔ میری شادی اس کے علم میں نہیں۔ اس لیے میں ارسہ کے آنے سے پہلے جیا کو چھوڑنا چاہتا ہوں۔

پھر میں نے کسی کی ناراضگی کی پروانہ کی۔

مگر میں یہ ضرور سوچ رہا تھا۔ کاش جیا کو مجھ سے ذرا سا بھی لگاؤ۔۔۔ تھوڑی سی بھی محبت ہوتی تو عمریں گزار کر بھی اس "تھوڑی" سی محبت کے بہت زیادہ ہونے کی امید میں، میں جیا کو کبھی بھی چھوڑنے کا نہ سوچتا۔ نہ جانے میں اپنے کس جذبے کی تسکین چاہتا تھا۔

☼ ☼ ☼

گھر میں خاص خاص مہمانوں سے ہی اچھی خاصی ہلچل ہوچلی تھی۔ پھوپھا جان ارسلہ اور ازنلہ کی منگنی کرکے واپس جانا چاہتے تھے۔ سو گھر کے مکینوں اور نبیلہ پھوپھو کے چند سسرالی عزیزوں کو مدعو کرکے ایک سادہ سی تقریب منعقد کی گئی تھی۔ جس میں ارسلہ کو زائرے اور ازنلہ کو سبطین سے منسوب کیا جانا تھا۔

سبطین اور وسیط چچا جان کے احکامات کے مطابق تمام کام خوش اسلوبی سے کررہے تھے۔ اس کے باوجود سبطین کی سنجیدگی دیکھنے سے تعلق رکھتی تھی اور اس کی سنجیدگی کو جیا اور ازنلہ ہی سمجھ رہی تھیں۔

جیا تو صرف اسے لفظوں سے تسلی ہی دے سکتی تھی مگر ازنلہ نے اس کے اندر کی ٹوٹ پھوٹ کو محسوس کرکے سوچا تھا۔

"میں بہت جلد سبط کو اس طرح سمیٹ لوں گی کہ پھر اسے ارسلہ کو کھونے کا ملال باقی نہ رہے گا۔"

سبطین نے ازنلہ کے لیے انکار کے بجائے اقرار کرلیا تھا۔ یہی سن کر وہ جی اٹھی تھی۔ وہ اس کا ہوجائے گا یہی خوشی اس کے لیے حاصل زندگی تھی۔ اس نے سوچا وہ اسے اتنی محبت اتنی توجہ دے گی کہ اس کے دل میں ارسلہ سے ہونے والی محبت ختم نہ سہی دھندلی ضرور ہوجائے گی۔ اور اس کے بعد اگر سبطین دل کی طلب پر اسے نگاہ بھر کر دیکھ لے تو زندگی کے ہر لمحے کی تشنگی مٹ جائے گی۔

شام گہری ہوکر رات میں ڈھل گئی تھی۔ اور ولکش منزل میں جیسے دن کا اجالا اترا ہوا تھا، اوپر سیاہ آسمان اور نیچے مرکزی ستون سے نکلتا چھتری نما ڈھیر سارے مرکزی بلب کا جال بچھا ہوا تھا۔ مختلف پھولوں اور پتوں کی ملی جلی خوشبو فضا کو مسحور کن بنارہی تھی۔

جیا تیزی سے تیار ہونے کے لیے اپنے کمرے کی طرف بڑھ رہی تھی کہ بڑی اماں نے اسے پکار لیا۔

"جیا سب انتظامات ایک بار پھر دیکھ لو۔ کسی چیز کی کمی نہ رہ جائے کہ مہمانوں کو زحمت اٹھانی پڑے۔"

"میں دیکھ آئی ہوں بڑی اماں۔ سب کچھ ٹھیک ہے۔ آپ ذرا ریاط کو تاکید کردیں کہ وہ جلدی ان دونوں کو تیار کرلے۔ باقی تجربات ان دونوں کی شادی پر کرلے گی۔" وہ ہنستے ہوئے بولی تو بڑی اماں بھی مسکرادیں۔ ریاط ارسلہ اور ازنلہ پہ تازہ ترین سیکھے ہوئے ہنر کو آزما رہی تھی۔ اور دو گھنٹے سے ان دونوں کو مکمل دلہن کا روپ دینے میں کوشاں تھی۔

"سبطین کو کہہ دیا تیار ہونے کے لیے۔" بڑی اماں کو پلٹتے پلٹتے یاد آیا تو جیا کو ایک بار پھر روک کر پوچھا۔ اور اس کے اثبات میں جواب دینے پر بولیں۔

"چلو ٹھیک ہے۔ تم بھی تیار ہولو۔ وسیط کسی کام سے باہر گیا ہے آجائے تو اسے بھی بھیجتی ہوں۔" جیا سرہلاتی کمرے میں آگئی۔

وسیط کا پریس کیا ہوا شلوار سوٹ اور دیگر ضروری اشیاء باتھ روم میں پہنچا کر وہ تیار ہونے لگی۔

وسیط کمرے میں آئے تو اس کی تیاری آخری مراحل میں تھی۔ وسیط کی نظر بے اختیار ٹھٹھک سی گئی۔

میرون کلر کی سلور کام والی ساڑھی میں اس کے نازک سراپے کی دلکش اٹھان نے ان کی آنکھوں کو

ایک انوکھی سی لذت سے آشنا کیا تھا۔ سادہ چہرہ پر صرف میرون لپ اسٹک نے ہی چہرے کو عام دنوں سے زیادہ نکھار بخش دیا تھا۔ اس پر وائٹ گولڈ کی جیولری۔ میچنگ چوڑیاں پر چیز اس پرچ کراس کے حسن کو دو آتشہ کر رہی تھی۔ ڈریسنگ ٹیبل کے سامنے بیٹھے بیٹھے ہی وہ تھوڑا سا جھکی سینڈل کا اسٹریپ بند کر رہی تھی۔ ساڑھی کا پلو بار بار سامنے سے پھسل کر اس کے ہاتھوں پر گر جاتا۔ جسے وہ ایک ہاتھ سے اوپر بھی کرتی جاتی۔ جونہی وہ سیدھی ہوئی وسیط کی نگاہوں کا زاویہ سرعت سے بدل گیا تھا۔ جیا نے ایک اچٹتی سی نظر ان پر ڈال کر ڈریسنگ ٹیبل سے بروچ اٹھایا۔ اور ساڑھی کا پلو سنبھالتی سہج سہج آگے بڑھی۔ پہلی بار پہنی تھی اس لیے چلنے میں تھوڑی دقت ہو رہی تھی۔

"میرے کپڑے....؟" وسیط پوچھتے ہوئے اس کی پشت پر بکھرے کھلے بالوں کو دیکھ رہے تھے۔

"واش روم میں ہیں۔" اس کے ذرا سی ترچھی گردن کر کے کہنے پر سیدھی مانگ میں جمی بندیا چمکی تھی۔ وسیط کا دل ڈول گیا۔ اس کے کمرے سے نکلنے پر انہوں نے اک گہری سانس بھر کے اپنی شرٹ اتار پھینکی۔

یہ انا کا کیسا کھیل ہے کہ وہ حق رکھتے ہوئے بھی اس کو سراہ نہیں سکتے نگاہ بھر کر دیکھ نہیں سکتے۔

ازلہ اور ارسلہ کو اسٹیج تک پہنچانے کے بعد وہ اپنا پرس لینے کمرے تک آئی تو دروازے سے باہر ہی ٹھٹھک گئی۔ اندر سے ارسہ کی آواز آ رہی تھی۔ اپنا نام سماعت میں پڑتے ہی اک تجسس نے اس کے قدم روک دیے۔ اس نے ہلکا سا دروازہ پش کیا۔ جھری بنتے ہی ارسہ کی آواز بالکل واضح ہو گئی تھی۔

"معصومیت کی اس نقاب کے پیچھے ایک بے حد چالاک جیا چھپی ہے۔ کیسے بڑی اماں کے آگے پیچھے پھر پھر کر اور گھر والوں سے ہنسی ٹھٹھول کر کے سب کے دلوں کو مٹھی میں کر لیا ہے۔ اور تم سے بات تک کرنا گوارا نہیں کرتی۔ یو نو وسیط مجھ سے ایسی ڈرامے بازیاں نہیں ہوتیں۔ اینڈ آئی ڈونٹ کیئر۔ مجھے صرف تمہاری پروا ہے۔ تمہارا خیال ہے۔ کیوں کہ میں تم سے محبت کرتی ہوں۔ اتنی دور سے اپنا کیریئر چھوڑ کر میں صرف تمہارے لیے واپس آئی ہوں وسیط۔" اس کی آواز تھوڑی بوجھل سی ہوئی تھی۔

جیا نے ایک لمحے کے لیے چہرہ آگے کر کے جھری سے دیکھا۔ وہ وسیط کا کالر ٹھیک کرتے ہوئے اس کے بے حد قریب کھڑی تھی۔ اور وسیط آئینے میں دیکھتے ہوئے بال سنوار رہے تھے۔

جیا کے اندر غصے کی آگ دہکنے لگی۔ وسیط اس کے شوہر تھے۔ کس طرح وہ کسی دوسری عورت کو ان کے قریب برداشت کر لیتی۔

"یہ پرفیوم تمہاری چوائس ہے۔" وسیط کو پرفیوم اسپرے کرتے دیکھ کر اس نے پوچھا تھا۔

"نہیں.... جیا کی ہے۔" وسیط نے جواب دیا۔ "میرا پرفیوم ختم ہو تو وہی اپنی پسند سے لاتی ہے۔" ارسہ کی بے باکی انہیں اچھی نہ لگ رہی تھی۔

"اوہو.... تو تمہیں بھی اس کی ہوا لگ ہی گئی۔ ورنہ تمہیں تو اپنے فیورٹ کلون کے علاوہ کوئی خوشبو بھاتی ہی نہ تھی۔ یاد ہے جب میں نے ایک مرتبہ تمہیں پرفیوم گفٹ کیا تھا۔ تم گفٹ دیکھنے کے بعد اسی روز میرے ساتھ جا کر وہ پرفیوم واپس کر کے اپنا پسندیدہ پرفیوم لے آئے تھے۔"

وسیط نے ڈریسنگ ٹیبل سے والٹ اور رسٹ واچ اٹھائی تو ارسہ نے دونوں چیزیں اس کے ہاتھ سے اچک لیں۔ والٹ اس کی قمیص کی سائیڈ پاکٹ میں ڈالنے کے بعد رسٹ واچ اس کے ہاتھ میں پہنا رہی تھی کہ اس سے زیادہ جیا سے برداشت نہ ہوا۔ وہ دھڑ سے دروازہ کھول کر اندر آ گئی۔ وسیط نے اپنا ہاتھ چھڑا کر واچ کا کلپ بند کیا تھا۔ اور ارسہ نے بڑے ناگواری سے سر تا پیر اسے گھورا تھا۔

"ایکسکیوزمی۔" جیا ڈریسنگ ٹیبل کی جانب بڑھتے ہوئے بولی تو وہ دونوں پیچھے ہٹ گئے۔ وسیط نے ٹیبل پہ رکھا سیل چارجنگ پر لگایا۔

"تمہیں ناک کر کے آنا چاہیے تھا۔" وہ پرس اٹھا کر

بلٹنے لگی کہ ارسہ اک انداز سے ٹوک کر بولی۔

"اپنے کمرے میں آنے کے لیے مجھے کسی اجازت کی ضرورت نہیں ہے۔ البتہ یہ کام آپ کو کرنا چاہیے تھا۔ مگر آپ تمیز و تہذیب سے نا آشنا لگتی ہیں۔" جیا کہہ کر رکی نہیں۔ ارسہ بیخ پا ہو گئی۔

"دیکھ رہے ہو وسیط اس چھٹانک بھر لڑکی نے میری انسلٹ کی مجھے ال مینرڈ کہا اور تم نے اسے کچھ نہیں کہا۔"

"پلیز.... پلیز کول ڈاؤن ارسہ!" وسیط نے بمشکل اسے ٹھنڈا کیا۔ وہ اس سے کہہ نہ سکے کہ ڈائٹ اسکیل اور یوگا کے ذریعے اپنی فٹنس برقرار رکھنے والی۔ جینز اور شارٹ شرٹ میں ملبوس گلے میں رومال ڈالے شولڈر کٹ بال جھٹک کر نخوت سے بات کرنے والی دبلی پتلی کم عمر نظر آنے کے تمام گر آزماتی ارسہ کے بجائے مشرقی بیوی کے روپ میں ڈھلی باحیا سی جیا نے آج ان کے سارے اختیارات گروی رکھ لیے ہیں۔ اب تو بس وہ منتظر ہیں جیا انہیں کوئی ایک اختیار تو دے۔

☼ ☼ ☼

"ماشاء اللہ.... میرے بچوں کی جوڑی بہت اچھی لگ رہی ہے۔" بھیگتی خنک ہوتی رات میں چھت پر خاصی گہما گہمی تھی۔ جبھی رسم کرتے ہوئے چچی جان نے سبطین اور ازنلہ کی بلائیں لے ڈالیں۔ ازنلہ نے ان کی توصیف پر ایک پل کو نگاہیں اٹھا کر سبط کو دیکھا اور پھر دل کی دھڑکنوں کو سنبھالتی محجوب ہو کر پلکیں جھکا بیٹھی۔

وہ میرون اور گولڈن پشواز اور چوڑی دار پاجامے میں بجی سنوری نظر لگ جانے کی حد تک اچھی لگ رہی تھی۔ تو ارسلہ بھی گولڈن کلر کے آرگنزہ کتان کے فل کڑھائی والے کرتا دوپٹہ اور گولڈن ہی جامہ وار کی تنگ پائنچوں والی شلوار زیب تن کیے کچھ کم نہ لگ رہی تھی۔ زائر کے گھر والے کھٹا کھٹ اس کے مختلف پوز ہینڈی کیم کے سلولائیڈ فیتے میں قید کررہے تھے۔

"سنیع۔۔۔!" وسیط نے بڑی عجلت میں کسی کے پاس جاتے سنیع کو پکارا۔ "میرے کمرے سے ذرا میرا موبائل لے آؤ۔" رات کے دس بج رہے تھے انہیں کسی کو کال کرنا یاد آیا تو علم ہوا اپنا سیل چارجنگ کے لیے رکھ چھوڑا تھا۔

"پلیز نگ بی! جسٹ ٹو منٹس۔" اس نے انگلی کے اشارے سے دو منٹ رکنے کا اشارہ کیا تھا۔ وسیط سر ہلاتے ہوئے دوسری سمت متوجہ ہو گئے۔ اور دو کے بجائے دس منٹ بعد وہ ان کا سیل فون لے کر آیا تو اس کے اسکرین ٹائٹل پر بے تحاشا ہنستی ہوئی جیا کی پکچر تھی۔ انہوں نے سر اٹھا کر سنیع کو دیکھا۔ وہ غائب ہو چکا تھا۔ یقیناً یہ اسی کا کام تھا۔

وہ ایک سائیڈ کو ہو کر چند لمحے جیا کو دیکھتے رہنے کے بعد اس کی تصویر ڈیلیٹ کرنا چاہتے تھے کہ ان کا انگوٹھا بٹن پش کرنے لگا۔ اور جیا کے مختلف خوبصورت پوز ایک کے بعد ایک اسکرین پر واضح ہوتے گئے۔

کچھ سوچ کر انہوں نے موبائل آف کر کے اپنی پاکٹ میں رکھ لیا۔ ان پکچرز سے صاف ظاہر تھا یہ اس کے علم میں لائے بنا اتاری گئی تھیں۔

ایک بجے زائر کے گھر والوں نے قیام و طعام کے بعد اجازت چاہی تو بڑی اماں اور نبیلہ پھوپھو وغیرہ نے بھی سب کو کچھ ضروری کام نبٹانے کے بعد اپنے اپنے کمروں میں جا کر آرام کا حکم دے دیا۔

رات گہری ہو گئی تھی اور انہیں تقریبات وغیرہ میں بھی زیادہ دیر تک کے رتجگوں سے کوفت ہوتی تھی۔

سب مہمانوں کو سونے کے لیے ان کے ٹھکانوں تک پہنچا کر جیا ڈھائی بجے اپنے کمرے میں آئی تو بدن تھکن سے چور ہو رہا تھا۔ بمشکل بار بار آنے والی جمائیاں روک روک کر اس نے جیولری اتاری۔

وارڈ روب سے اپنے کپڑے نکال رہی تھی کہ لائٹ چلی گئی۔ اس کا دل خوف سے رکنے لگا۔

اندھیرے سے اس کی جان جاتی تھی۔

دو منٹ تک بے جان قدموں کے ساتھ آنکھیں بند کیے کسی کے آجانے کی دعائیں مانگتی رہی۔ تبھی وسیط کے آنے کی اسے خبر نہ ہوئی وسیط کی آنکھیں اندھیرے سے کچھ مانوس ہوئیں تو وہ آگے بڑھے۔

جیا کو اپنے کاندھے پر دباؤ محسوس ہوا تو دہشت سے اس کی چیخ نکل گئی۔ ساتھ ہی ہاتھ ہٹتے ہی اس کے تھوڑا پیچھے ہٹنے سے الماری کا پٹ بند ہونے کی زوردار آواز سناٹے میں گونج گئی تھی۔

"اسٹاپ اٹ جیا! یہ کیا بچپنا ہے؟" وسیط کی ناگواری واضح آواز سنائی دی تو سینے پر ہاتھ رکھے جیا کی تسلی بھری اک سانس خارج ہوئی تھی۔

"چارجر لائٹ کہاں رکھی ہے؟" انہوں نے پوچھا۔

"وہ۔ وہ تو خراب ہے۔ چارج اون نہیں کر رہی تھی۔ سنیع اسے بننے کے لیے دے آیا ہے۔"

"اوف!" وسیط سر جھٹکتے ہوئے باہر جانے کو پلٹے کہ جیا نے ان کا بازو تھام کر روک لیا۔

"پلیز وسیط آپ۔۔۔ آپ مت جائیں مجھے ڈر لگ رہا ہے۔" وسیط نے ذرا سا رخ موڑ کر اپنے پیچھے کھڑی جیا کو التجا کرتے دیکھا تھا۔

"موم بتی وغیرہ ہے۔"

"جی۔ سائیڈ ٹیبل کی دراز میں شاید ہو۔" جیا کے کہنے پر انہوں نے سائیڈ ٹیبل کی دراز میں ٹٹولا تو موم بتی اور ماچس مل ہی گئی۔ انہوں نے موم بتی جلا کر صوفے کے سائیڈ میں رکھی کارنر ٹیبل پر رکھ دی جیا وہیں صوفے پر بیٹھی تھی۔ کمرے میں اتنی روشنی ہو گئی کہ ایک دوسرے کی موجودگی کو محسوس کیا جا سکے۔

"جاؤ۔ چینج کر لو۔" وسیط باتھ روم سے چینج کر کے آئے تو اسے بھی کہا۔ مگر اس نے نفی میں سر ہلا دیا۔

"لائٹ آجائے تو کر لوں گی۔" اس نے ایک نظر پگھلتی ہوئی موم بتی کو دیکھا اور دوسری نظر میں باتھ روم کے ادھ کھلے دروازے سے جھانکتے اندھیرے کے بھوت کو دیکھتے ہوئے جواب دیا۔ وسیط چڑ گئے۔

"وہاں کوئی تمہیں کھا نہیں جائے گا۔ میں کمرے سے باہر جا رہا ہوں چینج کر لو اور ایزی ہو کر سو جاؤ۔ رات بہت ہو گئی ہے۔" وہ کمرے سے نکلنے لگے کہ جیا ایک بار پھر حرکت میں آگئی۔

"میں آپ کو نہیں جانے دوں گی۔ مجھے اکیلے ڈر لگے گا۔" وہ دروازے کے آگے کھڑے ہوتے ہوئے منمنائی۔ وسیط کو علم تھا وہ اندھیرے سے ڈرتی ہے۔

"اوہ گاڈ!" وہ اسے تیز نظروں سے گھور کر سر جھٹکتے ہوئے پلٹے باتھ روم کا دروازہ بند کیا۔ کھڑکیوں کے پردے پورے سمیٹ دیے۔ چاند کی روشنی نے بھی کمرے میں اچھا خاصا اجالا کر دیا تھا۔

موم بتی جلنے پگھلنے کے آخری مراحل میں تھی۔ بیڈ پر لیٹے وسیط کو نیند کے جھونکے نے آلیا۔ جیا ہنوز پیر صوفے پر سمیٹے بیٹھی ہوئی تھی۔ جب موم بتی کی لو میز کی سطح سے لگ کر مدھم ہوتی گئی تو وہ اٹھی۔

"وسیط۔" جیا نے ذرا سا جھک کر ان کا بازو ہلایا۔ وہ گہری نیند میں تھے۔ بمشکل نیند سے بوجھل آنکھیں کھول کر پاس کھڑی جیا کو دیکھا۔

لپ اسٹک کی تازگی ابھی بھی برقرار تھی جیسے ابھی ابھی لگائی گئی ہو۔ ساڑھی کا بے ترتیبی سے زری بنا آنچل بائیں شانے اور پشت سے ہوتا اس کی دائیں مٹھی میں دبا ہوا تھا جلد کا سنہرا پن موم بتی کی دم توڑتی لو میں بھی جگمگا رہا تھا۔ چند ساعت اسے دیکھتے رہنے کے بعد ان کی نیند قطعی طور پر غائب ہو گئی تھی۔

روشنی بجھ گئی۔ مگر ایک چاند کمرے کے اندر اور دوسرا کھڑکی کے شیشوں کے پار آسمان پر روشن تھا۔

"کیا بات ہے؟" انہوں نے سرکش نگاہیں چراتے ہوئے پوچھا تھا۔

"لائٹ نہیں آرہی۔ اور آپ بھی گہری نیند سو گئے۔ آپ کو سونا ہے تو آپ مجھے بڑی اماں کے پاس چھوڑ آئیے۔ میں۔۔۔ میں ان کے پاس سو جاؤں گی۔" وہ معصومیت سے پلکیں جھکائے بولی۔

"رات کے اس آخری پہر میں تم سے اچھی بات

کی توقع کی بھی نہیں جا سکتی۔" وہ جھلائے۔
"اور میں تمہیں چھوڑنے جیسا کوئی فضول کام نہیں کروں گا۔ ادھر میرے برابر میں آ کر سو جاؤ۔"
"مگر..... آپ کو تکلیف ہوگی۔"
"کوئی تکلیف نہیں ہوگی۔ یہ تمہاری ہی جگہ ہے۔ تمہیں شوق ہے اپنی جگہ چھوڑ کر ادھر ادھر رلنے کا۔" جانے کیسے آج وہ چڑنے کے انداز میں سہی اتنی باتیں اس سے کہہ گئے تھے۔
جیا ان کی ذو معنی باتیں سمجھ رہی تھی۔ وہ لبوں پہ مچلتے تبسم کو دبائے گھوم کر بیڈ کے دوسری طرف آ کر لیٹ گئی۔
دونوں ہی اپنی اپنی جگہ خاموش اپنی دھڑکنوں کو محسوس کر رہے تھے۔ تمناؤں کا جگنو مٹھی میں قید پھڑپھڑا رہا تھا۔
دفعتاً وسیط اپنی جگہ سے اٹھے۔ جیا نے بھی کروٹ بدلی۔ دونوں کی "انا" کا پنچھی اڑان بھر کر اندھیرے کمرے سے نکل گیا۔ وسیط نے کھڑکی کے پردے برابر کر دیے۔
جیا کو چہرے اور بازوؤں پر ایک مانوس سا لمس محسوس ہوا تھا۔ پھر دونوں کی دھڑکنیں ہم آہنگ ہو گئی تھیں۔ اور اس سوئی ہوئی رات میں استحقاق کا سچا احساس جاگ اٹھا تھا۔

☼ ☼ ☼

"جیا..... ! بہت خوش لگ رہی ہو۔" انزلہ نے پوچھا تھا۔
"ہوں....." وہ اور انزلہ سب کو ناشتا سرو کر رہی تھیں۔
"کیوں.....؟"
"کیونکہ تم دونوں کو کراچی میں ہی اپنا ٹھکانا مل گیا ہے؟" اس نے بوائل کیے ہوئے انڈوں کو کٹ لگا کر کالی مرچ چھڑکتی ارسلہ کو چٹکی بھری تھی۔
"تو جی اس بات پر تو ہمیں خوش ہونا چاہیے۔ یہاں الٹی گنگا بہہ رہی ہے۔" ارسلہ نے اس کی بات پر لطف

خواتین پبلی کیشنز کی جانب سے
دو خوبصورت ناول

شامِ آرزو
ایم سلطانہ فخر
قیمت =/300 روپے

گیت گلاب اور تم
عظمت عزمی
قیمت =/150 روپے

شائع ہوگئے ہیں

مکتبہ عمران ڈائجسٹ
37 اردو بازار کراچی
فون 2216361

لیے ہوئے اسے انہیں دکھائیں۔

"بائی دا وے کہیں ایسا تو نہیں ہے کہ آپ کو اپنے ٹھکانے کی خوشخبری ملی ہو۔ اور آپ ہمیں بے وقوف بنا رہی ہوں۔"

"میرا ٹھکانا تو یہی گھر ہے اس بات کا مجھے ہمیشہ سے پتا تھا اور ہے..... کیوں بڑی اماں!" پراٹھوں کا ہاٹ پاٹ ٹیبل پر رکھتے ہوئے لگے ہاتھوں اس نے بڑی اماں سے تائید چاہی تھی۔ ارسہ نے بڑی کاٹ دار نظروں سے اسے دیکھا تھا۔ جو بڑی اماں کی محبت سمیٹ رہی تھی۔

"جاؤ..... جا کر وسیط کو جگاؤ اس سے کہو سب کے ساتھ ہی ناشتا کرلے۔" انہوں نے وسیط کو غیر حاضر دیکھ کر جیا سے کہا تھا۔

"آپ لوگ ناشتا شروع کیجیے بڑی اماں اگر وسیط جاگ بھی گئے تو انہیں ٹیبل تک آنے میں پندرہ منٹ ضرور لگیں گے۔ جب تک آپ لوگوں کا ناشتا ٹھنڈا ہو جائے گا۔" بات کے دوران اس کی ہنسی کی جھنکار نے ارسہ کو چونکایا تھا۔

جیا کمرے میں آئی تو وسیط کو آئینے کے سامنے کھڑا پایا۔ وہ اپنے گیلے بالوں کو تولیے سے رگڑ رہے تھے۔ آہٹ پر جیا کو دیکھا۔

دونوں کی نگاہیں ملیں تو دونوں نے ہی سرعت سے نظریں چرالیں، جیا نیچے جاتے ہوئے وسیط کے پاس رکھی گھڑی کا الارم لگا کے گئی تھی۔ توقع کے مطابق وسیط اٹھ چکے تھے۔

"نیچے آجائیے۔ سب ناشتے پر انتظار کررہے ہیں۔"

"تم چلو میں آرہا ہوں۔" تولیہ اپنے شانوں پر پھیلا کر وہ برش اٹھا کر بال سنوارنے لگے۔ جیا سرہلاتی پلٹ گئی تو انہوں نے آئینے میں بغور اپنی آنکھوں کو دیکھا۔

آج کی نیند سے جاگنے کا جی نہیں چاہ رہا تھا۔ مگر اٹھنا پڑا۔ ان کے لبوں کے کونوں میں مسکراہٹ سی تھی۔ رتجگے کے آنکھوں میں سرخ ڈورے بڑے واضح تھے۔ انہوں نے آنکھیں میچ کر چشم تصور میں

...کھڑی سی جیا کو دیکھا۔

انہیں اپنا حق استعمال کرنے پر کوئی افسوس نہ تھا۔ کیونکہ اس میں جیا کی بھرپور رضامندی بھی شامل تھی۔

وہ شرٹ کے کفس فولڈ کرتے ہوئے نیچے آئے تو جیا کے برابر میں بیٹھی ریاط نے اپنی کرسی خالی کردی۔

"بیٹھی رہو ریاط آرام سے ناشتا کرو۔" انہوں نے اسے روکا تھا۔

"میں کرچکی ہوں۔ بس چائے پینی ہے۔ آپ بیٹھ جائیں۔" ریاط چھوٹی پلیٹ اٹھانے لگی۔ وسیط سر ہلاتے ہوئے کرسی کھینچ کر بیٹھ گئے۔ وہ خوش تھے ان کا ذہن و دل آسودہ تھا۔ اس لیے انہیں آج ارسہ کی طرف دیکھنے کا بھی دھیان نہ آیا۔ جو ان دونوں کو ساتھ دیکھ کر پیچ و تاب کھا رہی تھی۔

"بگ بی۔ تصویریں کیسی ہیں؟" ناشتا کرتے ہوئے سنیع نے شرارت بھرے لہجے میں پوچھا تھا۔

"ناشتا کرو چپ کرکے۔" وسیط نے اسے ڈپٹ دیا۔ وہ نہیں چاہتے تھے جیا کے علم میں یہ بات آئے۔

☼ ☼ ☼

سبطین تمام کزنز کو ٹریٹ دے رہا تھا۔ جیا بہت دل لگا کر تیار ہوئی تھی۔ اس لیے نہیں کہ وہ خوش تھی بلکہ وہ ارسہ کو کچھ باور کرانا چاہتی تھی۔ ہلکی امبر ائڈری والے بائٹل اینڈ سی گرین کمبینشن کے کاٹن کے سوٹ میں ملبوس نیچرل میک اپ اور دیگر اہم لوازمات کے ساتھ وہ اچھی لگ رہی تھی۔

وہ پانی پینے کے لیے کچن میں گئی تو ارسہ پہلے سے وہاں موجود تھی۔ اس نے جیا کی تیاری کو بڑی تنقیدی نظروں سے دیکھا تھا۔

"بڑی خوش فہمی ہے تمہیں کہ یہ گھر تمہارا ٹھکانا ہے۔" اس کی صبح کی بات وہ بھولی نہ تھی۔ اس لیے موقع ملتے ہی اس کے مقابل آگئی۔

"خوش فہمی نہیں یقین ہے۔ اور جس بات کا یقین ہو وہ کبھی بھی غلط ثابت نہیں ہوتی۔" جیا نے اس کی

آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر کہا تھا۔

"اور اتنا یقین کیوں ہے تمہیں۔" ارسہ کے سوال میں تمسخر تھا۔

"کیونکہ مجھے وسیط سے اٹوٹ محبت ہے اور میری محبت آپ کی محبت کی طرح مادیت پرست ہے نہ ہی مستقبل کے نام پر بیوپار کرنے والی ہے۔ مجھے ٹوٹے بکھرے وسیط سے محبت ہوئی تھی جسے آپ نے محبت کا دھوکا دے کر توڑا تھا۔ اور مستقبل کے لیے کنارہ کشی کرلی۔" جیا سکون سے کہتی گئی۔

"مطلب کیا ہے تمہارا ان باتوں سے۔" ارسہ کی حد درجہ ناگواری اس کی پیشانی کے بلوں سے صاف ظاہر تھی۔

"مطلب یہ کہ آپ کو خود سے محبت ہے نہ وسیط سے، آپ کو صرف اس دولت سے محبت ہے جس کے ذریعے آپ دنیا کا عیش و آرام جی سکیں۔ یو کے میں آپ نے تعلیم حاصل کی، اور اسی دوران ۵۰ سالہ بوڑھے کرسچن ڈیبٹ کے گھر ہاؤس وائف کی جاب کرلی۔ ڈگری کے بل بوتے پر تو آپ کبھی بھی اتنی دولت نہیں کما سکتی تھیں جتنی سال بھر میں اس سے وصول کرلی تھی۔ اب آپ اسے ڈائیورس دے کر وسیط کو بے وقوف بنانے آگئی ہیں ہاں۔۔۔۔؟"

"تت۔۔۔۔ تمہیں یہ سب کیسے معلوم ہوا ہے؟؟"

ارسہ کا چہرہ متغیر ہوگیا تھا۔ اسے خطرہ لاحق ہوا کہ یہ تمام باتیں جیا کو معلوم ہیں تو کسی اور کو بھی معلوم ہوسکتی ہیں۔ پھر کیا امی اور پاپا میری یہ خطا کبھی معاف کرپائیں گے؟ وہ تو ابھی بھی مجھ سے ناراض ہیں۔ وہ سوچ رہی تھی جیا اطمینان سے بولی۔

"وسیط کے پی سی پر آپ کے نام دھمکیوں بھری میل آئی تھی۔ آپ کے سابقہ شوہر کی۔ جو میں نے نکال لی۔ وسیط کو اس بات کا علم نہیں ہے۔ آپ میرے اور وسیط کے درمیان سے ہٹ جائیں۔ کسی کو بھی علم نہیں ہوگا کہ آپ گناہ کی کس دلدل سے نکل کر آئی ہیں۔ اور آپ کے مقاصد کیا تھے۔ البتہ اللہ سے اپنے گناہوں کی معافی ضرور مانگیے گا۔ تاکہ آپ کی آگے کی زندگی کے راستے میں پڑے گناہ کے پتھروں سے آپ کو ٹھوکر نہ لگے۔" کہتے ہی جیا کچن سے نکلنے لگی۔

"اور اگر میں وسیط اور تمہارے بیچ سے نہ ہٹوں تو۔۔۔۔" جیا نے ارسہ کی کمزور سی آواز سنی تھی۔

"آپ ایسا نہیں کریں گی۔ کیوں کہ آپ ہار چکی ہیں۔" جیا نے اس کی پہلے کی کہی گئی بات کا جواب دیا تھا۔ "وسیط کی محبت پر اب صرف میرا حق ہے۔ عورت اگر اپنا حق لینے پر آئے تو کوئی اسے روک نہیں سکتا۔ وسیط نے آپ کے پیچھے ہماری ازدواجی زندگی کا جو اچھا وقت برباد کیا، میں اسے معاف کرچکی ہوں۔"

ارسہ کے انگ انگ میں شکستگی اور تھکن بھر گئی۔ وہ تو اپنا مقصد حاصل کرنے کے بعد نفس کے بھوکے جنگلی اور وحشی ڈیبٹ سے پیچھا چھڑا کر مہذب اور نفیس سے وسیط کے ساتھ پرانے باب کو پوشیدہ رکھ کر زندگی گزارنا چاہتی تھی۔ مگر سچ ہے۔ برے کو اچھا نہیں ملتا۔ یہی زندگی ہے۔ کسی نے پالیا کسی نے پاکر کھودیا۔

رات وسیط بے حد سنجیدگی سے کہہ رہے تھے۔

"اب سنبع سے ایمرجنسی لائٹ منگوانے کی ضرورت نہیں۔ میں ہوں نا تمہاری حفاظت کے لیے۔ تم نے مجھے معاف کردیا ہے نا، میں واقعی غلطی پر تھا سراب کے پیچھے بھاگ رہا تھا۔ یوں بھی اب میرا تمہارے بنا زندگی گزارنا مشکل ہے۔" جیا منہ کھولے انہیں دیکھ رہی تھی۔

"وسیط۔۔۔۔" وہ چیخی۔

"آپ اسٹار پلس کے کرداروں کی طرح پیچھے سے ہماری باتیں سن رہے تھے۔" اس کی بات پر وسیط نے بڑا بے ساختہ قہقہہ لگایا تھا۔